تعمیرِ حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ

۲۶ صفر ۱۳۸۸ھ
مطابق ۲۵ مئی ۱۹۶۸ ع

شعبۂ تعمیر و ترقی
دار العلوم ندوۃ العلماء
لکھنؤ

قیمت فی پرچہ ۳۰ پیسے
چندہ سالانہ سات روپیہ

اڈیٹر — سید محمد الحسنی
معاون — سعید الاعظمی ندوی

Regd - No. L 1981 Phone No. 22948

TAMEER-E-HAYAT

(FORTNIGHTLY)

DARULULOOM NADWATULULAMA LUCKNOW (INDIA)

دار العلوم ندوۃ العلماء کا تیار کردہ نصاب

تمرین الصرف ۔ تمرین النحو

جب ہمارے مدارس میں کم عمر کے طلبہ داخل ہونے لگے ہیں، پڑھانے والوں کو اسکا احساس ہونے لگا ہے کہ صرف و نحو کی پرانی کتابیں ان کے کم سن و سال، ذہن و طبیعت کیساتھ مناسبت نہیں رکھتیں، اسلئے دار العلوم نے اسی بات کے پیش نظر بچوں کیلئے صرف و نحو کا نیا نصاب مرتب کرنے کا کام شروع کر دیا ہے اور اسکی دو کتابیں تمرین الصرف و تمرین النحو طبع ہو چکی ہیں، یہ نصاب دار العلوم کے فضلاء مولانا محمد مصطفےٰ ندوی، مولانا عبد الماجد ندوی، مولانا معین اللہ ندوی نے مرتب کیا ہے۔

قیمت بالترتیب [illegible]

القراءۃ الراشدۃ

از: مولانا ابو الحسن علی ندوی

اس کتاب میں اسلامی تاریخ عام اسلامی شخصیتوں، ہندوستان کی اسلامی تاریخ اور اسکی نامور شخصیتوں کے متعلق اسباق، اسلام اور ہندوستان کی تاریخ کا خلاصہ، مشہور دینی [illegible] تعارف، معلومات عامہ اور ضروری مضامین لکھے گئے ہیں، اسکی کوشش کی گئی ہے کہ کوئی سبق دینی روح سے خالی نہ ہو اور وہ کسی اچھے تعمیری حقیقت کی طرف رہبری کرتا ہو، مدارس عربیہ کی بڑی تعداد نے اس کو داخل نصاب کیا ہے۔

قیمت حصہ اول [illegible] حصہ دوم [illegible] حصہ سوم [illegible]

مختارات

از: مولانا ابو الحسن علی ندوی

یہ کتاب عربی کی متوسط اور اعلیٰ دونوں جماعتوں کے نصاب میں داخل کرنے کے لائق ہے اپنی خصوصیات کے لحاظ سے اس وقت تک ادب عربی کی کوئی کتاب اس کا بدل نہیں بلکہ یہ دوسری کتابوں کا نعم البدل ہے، مدارس عربیہ کی بڑی تعداد کے علاوہ لکھنؤ، علیگڑھ، کلکتہ، پنجاب اور مدراس یونیورسٹیوں اور بہت سے کالجوں میں داخل نصاب ہے، شام کے کالجوں میں بھی داخل نصاب ہے۔

قیمت حصہ اول [illegible] حصہ دوم [illegible]

منثورات

از: مولانا محمد رابع ندوی

اس کتاب میں مصنف نے ان جاندار تحریروں کا انتخاب کیا ہے جو زبان کے محاسن، اسلام کی بلاغت کیساتھ دینی و اخلاقی تربیت کا کام بھی دے سکتے ہیں اور اسلامی جذبات پیدا کرنے میں معاون ثابت ہو سکتے ہیں، سیرت نبوی، تاریخ اسلام اور مستند و صاحب طرز انشاء پردازوں کی نثر کے نمونے پیش کئے گئے ہیں جو عربی زبان و ادب کی بہترین نمائندگی کرتے ہیں نثر قدیم کے ساتھ نثر جدید اور نظم قدیم بھی شامل ہے، مدارس عربیہ کی بڑی تعداد نے داخل نصاب کیا ہے۔

قیمت [illegible]

Cover printed at Nadwa Press, Lucknow.

۲۶ صفر المظفر ۱۳۸۸ھ
مطابق
۲۵ مئی
سنہ ۱۹۶۸ء

پندرہ روزہ
تعمیر حیات
لکھنؤ
شعبۂ تعمیر و ترقی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

چندہ
سالانہ ...... ۷ روپے
ششماہی ...... ۶ روپے
فی کاپی ...... ۳۰ پیسے

جلد نمبر (۵) | بسم اللہ الرحمن الرحیم | شمارہ نمبر (۱۴)

مصنوعی ماحول اور غیر فطری حالات میں

ہماری ذمہ داری

از سعید الاعظمی ندوی

قوموں کے تنزل و انحطاط کی تاریخ میں غیر فطری اور مصنوعی حالات و ماحول کا جتنا دخل ہے کسی اور چیز کا نہیں، جو قومیں گمراہ ہوئیں وہ محض حالات کے تقاضے اور ماحول کے غیر حقیقی اثرات کی وجہ سے ہوئیں، حالات کی نزاکت کا تصور اور زندگی میں اسکی رعایت، یہ وہ مرض ہے جو انسان کو اس کے حقیقی ماحول اور اسکے فطری مقام سے دور کرنے میں سب سے زیادہ موثر ثابت ہوتا ہے، ایک سچے مسلمان کی زندگی میں مصنوعی حالات نہ صرف اثر انداز نہیں ہوتے بلکہ وہ حالات کو بدلنے اور حقیقی حالات کو بروئے کار لانے کیلئے اپنے تمام وسائل استعمال کرتا ہے جبتک کہ وہ ماحول کو صحیح رخ پر اور حالات و واقعات کو ان کے فطری دائرہ میں واپس نہ لائے اسوقت تک وہ اپنی کوشش جاری رکھتا ہے، مسلمانوں کی کمزوری اور ان کی مغلوبیت کا ایک سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ وہ غیر فطری ماحول اور مصنوعی واقعات و حالات یا بالفاظ دیگر وہ مصنوعی زندگی گزارنے کے عادی ہوگئے ہیں اور حالات کی نزاکت کا تصور ان پر اتنا غالب ہے کہ وہ اس سے خائف اور لرزہ براندام ہیں، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ کمزور، مظلوم، زخم خوردہ اور ایسے پست حوصلہ ہیں کہ آئے دن ان پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹتے رہتے ہیں، ہمہ دم ان پر قیامتیں گزرتی رہتی ہیں، اور شب و روز ان کے لئے قتل و خون کے بازار گرم ہوتے رہتے ہیں، مگر وہ اپنے مقام سے اتنے غافل ہیں، اور ان تمام باتوں کے اتنے عادی ہو چکے ہیں کہ ان کے نزدیک اس کی کوئی اہمیت نہیں باقی رہ گئی، حالات کو بدلنے کا جوش اور اپنے مقام و منصب پر واپس آنے کا جذبہ تو بہت بعد کی بات ہے۔

ظلم سہنے کا عادی ہونا، اور ذلت پر راضی ہو جانا ایسی خطرناک صورت حال ہے جو قوموں کی زندگی کو ان کے تمام تہذیبی اور اخلاقی سرمایہ کے ساتھ صفحۂ عالم سے حرف غلط کی طرح مٹا دینے کے لئے کافی ہے اور تاریخ کے صفحات سے ان کا نام و نشان اس طرح کھرچ سکتی ہے کہ آنے والی نسلیں کبھی ان کا ذکر بھی نہ سن سکیں، یہ تاریخ اقوام کا ایک بہت بڑا المیہ ہے، آج مسلمان حالات کے سامنے جس طرح سپر انداز ہیں اور ظلم و نا انصافی، اور جنگلی قانون پر جس طرح قانع ہیں، وہ ان کی باعزت زندگی کے لئے خطرہ کا ایک بہت بڑا الارم ہے، اور اس بات کی شہادت ہے کہ وہ اپنے مقام قیادت سے ہٹ کر قافلہ کے پیچھے چلنے پر راضی ہیں، اور زندگی سے بالکل مایوس ہیں۔

کم و بیش یہی حال آج پوری مسلم قوم کا ہے، ان پر حالات کا ہول اسطرح طاری ہے اور وہ اپنے ماحول سے ایسے خائف ہیں کہ بجز سرنگوں ہونے اور سر تسلیم خم کرنے کے انکے سامنے کوئی اور راہ نہیں باقی رہ گئی ہے، یہ شکست کا ایسا مکروہ احساس ہے جسکو احساس کمتری سے تعبیر کیا جا سکتا ہے، یہی وہ احساس ہے جس نے کتنی ہی روشن تاریخوں کو سیاہ کر ڈالا، اور کتنے ہی عظیم الشان کارناموں کو مسخ کر دیا، اور کتنی ہی زندہ اور باعزت قوموں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

آپ اسلام کی ابتدائی تاریخ کو سامنے رکھئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ

سب سے پہلا کام جو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اولین ماننے والوں نے انجام دیا وہ حالات کو بدلنے اور مصنوعی ماحول و واقعات کو فطری حالات و واقعات سے تبدیل کرنا تھا، کیا اس وقت کے حالات اور اس مصنوعی ماحول کا تقاضہ یہ نہ تھا کہ گنتی کے چند افراد مشتعل قوم کے سامنے جھک جاتے، اور ان کے سامنے اپنی بغاوت کا اعلان نہ کرتے، لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ انھوں نے صاف صاف اعلان کیا کہ ہم ان حالات پر کسی طرح راضی نہیں ہیں، اور اس ماحول کے تعفن کو ہم کسی حال میں برداشت نہیں کر سکتے، انھوں نے اس نئے دین کی طرف لوگوں کو دعوت دی، اور اینٹ و پتھر کے بتوں کے سامنے جھکنے سے روکا جبکہ اس قوم کا ان بتوں سے جذباتی تعلق تھا، اور اس وحشیانہ ماحول سے وہ اتنے مانوس تھے کہ کسی قیمت پر اس سے پیچھے ہٹنے کے لئے تیار نہ تھے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی پوری تاریخ حالات سے نبرد آزمائی کی تاریخ ہے، ان کا سب سے بڑا مشن مروجہ حالات اور مصنوعی ماحول کو تبدیل کر کے ایک ایسا معاشرہ برپا کرنا تھا جو انسانی زندگی کے صحیح تقاضوں اور فطری حالات سے ہم آہنگ ہو، اسلام کی پوری تاریخ اور سچے مسلمانوں کی زندگی کا سرسری جائزہ لیجئے تو حالات کو بدلنے اور مصنوعی حالات کو تسلیم کرنے سے انکار کر دینا ان کی تاریخ کا سب سے اہم پہلو ہے

حضرت نوح علیہ السلام سے لیکر نبی آخر حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تک جس نبی کی تاریخ اور حالات آپ دیکھیں انمیں سب سے بڑی کوشش مصنوعی زندگی مصنوعی ماحول اور غیر فطری حالات کو بدلنے اور خطرات سے ہم آہنگ ماحول اور زندگی کیطرف انکی دعوت سب سے نمایاں طور پر نظر آئیگی۔ یہی وہ وصف ہے جسکی اتباع کا جذبہ مومنین صادقین اور بعد کے آنے والے تمام سچے مسلمانوں میں بدرجہ اتم موجود تھا، صحابۂ کرامؓ نے پوری دنیا میں یہ کام انجام دیا، اور ان کے ایمان و یقین کے سامنے نہ صرف غیر حقیقی ماحول و حالات نے اپنی شکست کا اعلان کیا، بلکہ اشیاء کی خاصیتیں بدل گئیں۔ اور بہت سے حقائق نے اپنی تاثیر تبدیل کر دی، جنگل کے درندوں نے اپنی فطرت بدل دی، دریاؤں کی موجوں نے اپنی حقیقت کو بدل کر جمادات کی حقیقت اختیار کر لی - تاکہ مومنین صادقین کا لشکر اور ان کے گھوڑے نہایت اطمینان کے ساتھ چل کر دریا کو عبور کر سکیں، میدان جنگ میں قلت و کثرت کا فلسفہ بے حقیقت بن کر رہ گیا اور قلت کثرت پر غالب آ کر رہی ہے

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

اس کے بعد اسلام کی تاریخ میں برابر ایسی صاحب ایمان و یقین شخصیتیں پیدا ہوتی رہیں جنہوں نے مصنوعی حالات سے ہمیشہ جنگ جاری رکھی وہ مصنوعی اور غیر فطری طاقتوں کے سامنے جھکنے پر کبھی راضی نہ ہو سکیں، بڑے سے بڑے ظالم و جابر بادشاہوں اور حاکموں کے سامنے وہ اس طرح شیر خدا بن کر رہے ہیں کہ ہزار دھمکیوں اور لاکھ لالچ دلانے کے باوجود ان کے پائے استقامت میں لغزش نہیں آئی، بلکہ انہوں نے ظلم و ستم کا رواج ختم کر کے اور بندگان خدا کی زندگیوں کو مطمئن کر کے دم لیا، انہوں نے بڑی سے بڑی آزمائش کا سامنا کیا لیکن غیر فطری حالات کے سامنے جھکنا اور مصالح کی رعایت کرنا گوارا نہیں کیا۔

بلا استثناء پوری امت مسلمہ کا آج سب سے تاریک پہلو یہ ہے کہ اس کے افراد حالات کے غلام بنکر رہ گئے ہیں اور کتنے ہی مکروہ اور دلدوز ناپسندیدہ واقعات کیوں نہ ہوں، ان کو ختم کرنے اور ان کو تبدیل کرنے کا جذبہ ان کے دلوں میں سرد پڑ چکا ہے، پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی پوری زندگی اور آپ کے بعد آپ کے صحابہ کرامؓ نے پوری زندگی حالات سے نبرد آزمائی میں گذاری ـــــ اور ایک لمحہ کیلئے بھی کسی عظیم سے عظیم تر مصلحت کے پیش نظر منکر اور ناپسندیدہ، غیر فطری اور مصنوعی ماحول و واقعات کو تسلیم نہیں کیا، بلکہ حالات کو ہمیشہ بدلنے کی ترغیب دلائی، اور فرمایا کہ اگر ناپسندیدہ حالات کو قوت بازو سے بدلنے کی صلاحیت ہو تو قوت بازو سے بدلو ـــــ ورنہ زبان و قلم کی طاقت استعمال کرو، اور سب سے آخری درجہ یہ ہے کہ دل سے اس کو برا سمجھو اور اس پر ناگواری کا اظہار کرو۔

من رأى منكم منكرًا فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه وذلك اضعف الايمان	تم میں سے جو بھی کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھے تو اسکو اپنے زور بازو سے بدل دے، اگر اسکی استطاعت نہ ہو تو زبان کی قوت اس کو بدلنے میں صرف کرے، اور اگر یہ بھی ناممکن ہو تو کم از کم دل سے اسکو برا سمجھے، اگرچہ یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔

٭ ٭ ٭

لیکن ہم غیر حقیقی حالات کے سامنے نہ صرف یہ کہ ہر اعتبار سے سپر انداز ہیں بلکہ ان کی اہمیت اور قیمت کو تسلیم کر کے ان پر ہر اعتبار سے راضی ہیں اور ان کے سامنے سرنگوں ہیں، اور ان کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالنے کی کوشش میں معروف ہیں، مسلمان جن کے خیر امت ہونے کی گواہی خود قرآن مجید نے دی ہے ـــــ وہ اگر حالات کے غلام بن گئے اور انھوں نے مصنوعی ماحول کو تسلیم کر لیا اور غیر حقیقی اور غیر فطری طاقتوں کے سامنے جھکنے ہی میں فخر محسوس کرنے لگے تو ان کو ہر بڑی سے بڑی مصیبت اور ہر قسم کی ذلت و نکبت کا سامنا کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے، جو قوم کتاب الٰہی کے اس مقدس لقب "خیر امت" اور اپنے ہمہ گیر مشن ـــــ "تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر" کو بھلا یا ٹھکرا دے تو اس کو اس عذاب الٰہی سے ڈرنا چاہئے جس میں دوسری قوموں کے لئے ذلت کا فیصلہ فرمایا گیا ہے "ضربت عليهم الذلة والمسكنة"

ہم حالات کے تابع نہیں ہیں حالات خود ہمارے تابع ہیں، آئیے ان مصنوعی حالات اور اس غیر فطری ماحول کو بدلنے کا عہد کریں تاکہ ہم عزت و سربلندی کی اس منزل پر پھر پہونچ سکیں جہاں ہم پہلے تھے ـــــ اور قیادت و امامت کے اس مرکز پر پھر متمکن ہو سکیں جو ہمارا فطری حق ہے۔

خدا نصیب کرے ہند کے اماموں کو
وہ سجدہ جس میں ہے ملت کی زندگی کا پیام

اقبالؒ

"آخری قسط"

سُود وزیاں کی میزان میں

تحریر ـــــ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی مدظلہٗ

ترجمہ ـــــ شمس تبریز خاں

عزیزو! ـــــ ہمارا تجربہ تو یہ ہے کہ جب بھی دین سے ہم خالی ـــــ اسلام سے بیزار اور روحانی افلاس کا شکار ہوئے ہیں ہم نے ہر چیز کھو دی ہے اور ہمیں دین و دنیا دونوں سے ہاتھ دھونا پڑا ہے، یہ طویل تجربہ ہمیں چونکا دینے اور ہشیار کرنے کے لئے کافی ہے، لہٰذا ہمارا پہلا فرض یہی ہوتا ہے کہ اسلام کی طرف بازگشت کریں اور اس کی پناہ میں آجائیں۔

اور یہ لوٹنا پورے عزم و ثبات کے ساتھ پورے اخلاص و صداقت کے ساتھ ہو اسلئے کہ صداقت نے ہر موقع پر نجات دی ہے، اور نفاق و تذبذب نے کبھی کسی قوم کو فائدہ نہیں پہونچایا ـــــ تاریخ اس کی گواہ رہی ہے کہ ملت اسلامیہ کو جب بھی اس کے ایمانی مرکز اور اس کے دینی رجحان سے ہٹانے کی کوشش کی گئی ہے، اس کا انجام ناکامی پر ختم ہوا ہے، خواہ وہ مسیلمہ کذاب اور دوسرے خانہ ساز نبیوں کا فتنہ رہا ہو یا قرامطہ کی سازش، وہ باطنیوں اور فلاسفہ کا سیل الحاد رہا ہو یا موجودہ قومی تحریکیں جو ایک مستقل عقیدہ اور فلسفہ رکھتی ہے، سب کا انجام عبرتناک ہی ہوا، اس قوم کو اس کے مولیٰ جناب محمد رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی دائمی امامت و قیادت یا دوسرے لفظوں میں اسکی عزت و قوت کے سرچشمہ اور فتح و ظفر کے عنوان سے جب بھی ہٹانے کی کوئی کوشش ہوئی ہے وہ اپنی موت آپ مر کر رہی ہے۔

یہ زندہ شہادت یہ بتاتی ہے کہ اللہ کے سوا ملجا و ماویٰ اور کوئی نہیں دنیا میں اور کہیں کوئی جائے پناہ نہیں ہے

ہیچ کنجے بے دد و بے دام نیست
جز بخلوت گاہ حق آرام نیست ! (رومیؒ)

شکست کے بعد آج ہماری وہی حالت ہے جو غزوہ تبوک میں نہ جانے والے صحابہؓ کی ہوئی تھی جس کی تصویر کشی قرآن نے کی ہے کہ "زمین ان پر باوجود تمام وسعتوں کے تنگ ہوگئی، اور ان کا جینا دوبھر ہوگیا، اور انھیں خیال ہوا کہ نجات اور پناہ اور خدا ہی کے پاس ہے، پھر اللہ نے ان کی توبہ قبول کی، اللہ تواب و رحیم ہے" (توبہ: ۱۱۹) آج ہم پر بھی زمین اسیطرح تنگ ہے آج سرزمین فلسطین میں جا کر دیکھئے، کہ ہماری ذلت و نکبت کا کیا حال ہے اور دنیا کی نگاہوں سے ہم کتنے گر گئے ہیں، ہم اسوقت صحیح احساس کر رہے ہیں کہ اللہ کے سوا کہیں پناہ نہیں، تمام راستے تاریک اور بند ہیں، اس لئے ہمیں واقعہ کا اعتراف کرتے ہوئے کہنا چاہئے کہ ہم نے اسلام سے بغاوت کر کے کچھ نہ پایا، ہمیں اب کہنا چاہئے کہ ہم اسلام کے دائرہ میں آتے ہیں اور اس کی قوت آزمانا چاہتے ہیں جو ہماری مدد کو تیار کھڑا ہے۔ جو ہمارا ہاتھ پکڑ کر ہمیں بلندی تک لیجانا چاہتا ہے۔

حضرات!

میں محسوس کرتا ہوں کہ میں نے اپنے ان عرب بھائیوں پر بہت سخت تنقید کی ہے جن سے میں محبت و عزت کے ساتھ پیش آتا ہوں، اور اللہ نے جنکے مستقبل سے میرا مستقبل اور جن کی عزت و ذلت سے میری عزت و ذلت وابستہ کر رکھی ہے، میں نے یہ بات ہندوستان میں بارہا کہی ہے کہ عالم اسلام کا مستقبل عربوں کے مستقبل سے وابستہ ہے، عربوں کی ذلت و عزت اسلام کی ذلت و عزت ہے یہ وہ قوم ہے جسے چھوڑ کر میں کسی قوم کو اپنا نہیں سکتا اور جس کی کتاب، جس کی زبان، جس کی تہذیب سے میں کسی قیمت پر دستبردار نہیں ہو سکتا، اسی پر میں جیتا رہا ہوں اور اسی پر مرنا چاہتا ہوں، یہ صراحت اور یہ تلخی میں نے اسلئے اختیار کی ہے کہ میں بھی آپ کے انجام میں شریک ہوں اور جن حالات کے آپ شکار ہیں، میں بھی انہیں میں اپنے کو مبتلا پاتا ہوں۔ لہٰذا پھر کہتا ہوں کہ محمدیؐ جھنڈے تلے جمع ہو جائیے، قومی وطنی اور کسی جھنڈے کے نیچے نہیں!۔

اللہ نے آپ کے ذریعہ دنیا کو ان فتنوں سے نجات دی تھی، جاہلیت میں ہر قوم کے پاس تہذیب و مذہب تھا اور ان کے آداب و رسوم بھی تھے۔ لیکن جب اسلام کا پیغام لیکر گئے تو آپ نے انھیں بچایا، پھر خود آپ ادھر کیوں جا رہے ہیں؟

اے اہل عرب، اے اہل مکہ اور اے خادمان حرم آپ نے اپنے ہاتھوں سے اس مقدس گھر کو بنایا تھا کہ ہر گھر سے اونچا ہو جائے، اور ہر صنم و ہیکل سے بلند دکھائی دے، آپ کے لئے کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ پھر ان ناقابل ذکر بتوں کا سہارا لیں، یہیں سے عالمی انسانیت کی آواز اٹھی، جس نے امتیازات کے بتوں کو توڑا اور غلامی کے طوق و سلاسل کو کھول کر رکھدیا، جس نے تاریخ کا رخ پھیر دیا، جس نے حوادث کا منہ موڑ دیا، یہیں سے وہ روشنی کی کرن پھوٹی جو دنیا میں پھیل گئی اور جس نے انسانیت کے تن مردہ میں روح زندگی دوڑا دی ہمیں حیرت ہے کہ آپ کیسے اس جاہلیت کی طرف جا رہے ہیں جسے ہر ہوشیار قوم نے چھوڑ دیا ہے، آج یورپ بھی قومیت کی تباہ کاریوں کے بعد اس سے تائب ہو گیا ہے، یورپ کا اگلا ہوا لقمہ اٹھاتے ہوئے میں آپ کو دیکھنا نہیں چاہتا، آپ وہی قوم ہیں جس نے دنیا کو اپنے خوان کرم پر صلائے عام دی تھی، اور قومیں آپ کے دسترخوان پر مہمان ہوتی تھیں جس کے لئے کہا گیا ہے کہ ؏

ادیم زمیں سفرۂ عام اوست
چہ دشمن بریں خوان یغما چہ دوست

آپ کے لئے کیسے زیبا ہو سکتا ہے کہ آپ خود ہی دوسروں کے ہاں طفیلی بنکر جائیں اور ان کے پس خوردہ پر قناعت کر لیں۔

اس ملک کے علاوہ ہمارے دوسرے عرب بھائیوں کے غلط موقف سے ہم عجیب کشمکش میں ہیں خصوصاً ہند و پاک تو عجیب گھٹن میں ہیں ان لوگوں کو جو قرآن کے سوا کوئی کتاب، شریعت کے علاوہ کوئی نظام، اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بغیر کوئی امام و قائد نہیں جانتے انھیں یہ موقف بہت کھل رہا ہے۔ میں آپ سے مہربانی کی اپیل کرتا ہوں کہ ہمیں اپنے ملکوں میں رسوا نہ کریں، آپ ہماری مدد نہیں کر سکتے، تو ہمیں کمزور بھی مت بنائیے۔

باقی صفحہ ۱۵ پر

مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ایک ہمہ گیر انقلاب کے داعی

(از مولانا سید محمد ثانی صاحب مدیر "رضوان")

جن لوگوں نے مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی دعوت اور تبلیغی تحریک کا گہرا مطالعہ کیا ہے اور مولانا کی تقریروں اور تحریروں کو توجہ وانہماک سے سنا اور پڑھا ہے وہ بخوبی جانتے ہیں کہ مولانا دین کے کسی خاص شعبہ کے داعی اور علمبردار نہ تھے بلکہ پورے نظام کی تبدیلی چاہتے تھے اور پورے معاشرہ میں صالح انقلاب لانا چاہتے تھے لیکن یہ انقلاب موجودہ تحریکوں سے لانا نہیں چاہتے تھے بلکہ طریقہ محمدی کے ذریعہ لوگوں کا ذہن ودماغ بدلنا چاہتے تھے اور چاہتے تھے، کہ مسلمان بالکلیہ اسلام کے پیرو بنیں، وہ لوگ مولانا پر ظلم کرتے ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ مولانا اسلام کے چند ارکان کی اشاعت میں اپنی ساری زندگی گذارتے رہے۔

مولانا نسیم احمد صاحب فریدی جو مولانا کی خدمت میں کئی بار گئے انہوں نے اپنے تاثرات تحریر فرمائے ہیں، ایک گفتگو کے متعلق لکھتے ہیں:

"آج خیر وشر، نیکی وبدی کا امتیاز تک باقی نہیں رہا، اگر آج کے دور میں ہم سب مل کر یہ کام انجام دے لیں کہ امت خیر وشر میں امتیاز کرنے لگے تو بڑا کام ہوجائے — نمازوں کی تشکیل، زکوٰۃ کا نظام روزہ رمضان کا اہتمام، فریضۂ حج کے آداب کی تکمیل اور تمام اخلاقی اور سماجی سدھار کا مسئلہ آگے کا مرحلہ ہے"

نیکی اور بدی کے امتیاز کے بعد پھر سارے احکام خداوندی پر زور دیتے خواہ وہ تجارت وزراعت کے متعلق ہوں یا اخلاقی ومعاشرتی کے سلسلہ میں ہوں یا عبادت وریاضت کے متعلق ہوں،

مولانا بازار ومسجد کے متضاد نظاموں کی درستی کے داعی تھے، وہ فرماتے ہیں:

"ہم یہ چاہتے ہیں کہ بازار اور مسجد تک کا نظام اور مسجد سے بیت اللہ تک کا نظام درست ہوجائے"

اپنے اس طرز فکر کی مزید وضاحت فرماتے ہوئے میوات کے چند چودھریوں کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

"مسلم کی ہر چیز دین ہے بشرطیکہ اللہ پاک کے بھیجے ہوئے احکام اور آداب کے رنگ سے رنگی ہوئی ہو، ہمارا کھانا پینا، سونا جاگنا، ہمارا بیوی بچوں کے ساتھ اختلاط، ہمارا بولنا اور خاموش رہنا سب ہی ہمیں ترقی دلواتے ہیں، اور اللہ کی رضا اور اس کے وعدے پورے کراتے ہیں جبکہ اللہ کو حاضر وناظر سمجھکر اس کے احکام وفرمان کے ماتحت اپنے نفس کی خواہشات کو داب کر مسلم والی رکھی ہوئی ترتیب اور اتاری ہوئی ترکیب کے مطابق شب وروز میں ہر کام کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم والی زندگی کی جھلک کے ساتھ کیا جاوے —"

اسی مکتوب میں آگے چل کر فرماتے ہیں:

"آج گھر اور ہماری تجارت، اور کھیتیاں، ہماری بیوی اور بچے سب ہی میں اللہ پاک سے قریب کرنے کے بجائے اس سے بعید کرنے کی صفت کا غلبہ پایا جارہا ہے —"

انفرادیت یا اجتماعیت

مولانا کے نزدیک اس وقت جتنے بھی مسائل مسلمانوں کو درپیش ہیں اور جن مشکلات سے امت اسلامیہ دوچار ہے اُن کا حل اجتماعی محنت اور اجتماعی کوشش ہے، انفرادیت ان کا حل نہیں ہے، جو لوگ ان کا حل انفرادی کوشش یا انفرادی اعمال کے ذریعہ کرنا چاہتے ہیں وہ نہ تو امت کے مزاج سے واقف ہیں نہ وہ کوئی مسئلہ حل کرسکتے ہیں، انفرادی عمل سے طاقت ٹوٹ کر رہ جاتی ہے۔ اور بجائے امت کو فائدہ پہونچنے کے نقصان پہونچ جاتا ہے، ایک شخص صرف نماز پڑھتا ہے لیکن دوسروں کی نمازوں کی فکر نہیں کرتا، ایک شخص روزہ رکھتا ہے اور صرف اپنے روزہ پر مطمئن ہوکر زندگی گذارتا ہے اور امت سے بے پروا ہوکر زندگی بسر کرتا ہے اس کے عمل سے نہ اس کو کوئی فائدہ پہونچ سکتا ہے نہ امت کو اس سلسلہ میں خود مولانا کی زبان سے سنئے، مولانا نے انفرادی واجتماعی مسائل کے سلسلہ میں تقریر کا افتتاح اس طرح کیا:-

"بھائیو دوستو! بڑی وقت کی بات یہ ہے کہ اپنی غلط کاری کی بنا پر ہمارا ذہن انفرادی بن چکا ہے دین کے بارے میں بھی، یہاں کے بارے میں بھی، اور آخرت کے بارے میں بھی، ذہن یہ بنگیا کہ بس اپنی ذات والے حال میں لگا رہے، خواہ دین کا حال ہو یا دنیا کا اس سے اپنا مسئلہ درست ہوجائے گا، حالانکہ شخصی احوال پر طاقت خرچ کرنے سے بلا ومصیبت کم نہیں ہوتی بلکہ اضافہ ہی ہوتا ہے اجتماعی احوال کو جب تک ٹھیک نہ بنالیا جاوے اس وقت تک شخصی حالات کا درست ہونا مشکل ہے، اگر اجتماعی زندگی کی خرابی پر کوئی اجتماعی مصیبت آپڑے تو پھر ہر کسی کی شخصی بھی بگڑتی چلی جاوے گی اور اس کے برعکس اگر اجتماعی زندگی کو بہتر بنانے کی سعی کی جارہی ہے تو ایک ایک شخص کا انفرادی مسئلہ بھی بہتر ہوتا چلا جاوے گا۔

جب کسی قوم ملک یا امت کا اجتماعی مسئلہ بگڑا ہوا ہو اور طاقت اس کی درستگی پر لگائی جائے تو وہ اجتماعی بھی درست ہوجاتا ہے اور ہر کسی کی شخصی بھی درست ہوجاتی ہے، یہیں غلط فہمی ہوتی ہے کہ فلاں تدبیر نہ کرنے کی وجہ سے معاملہ بگڑا ہے۔ حالانکہ ہمارے ایک ایک مسئلہ کا بگڑنا اور بننا اجتماعی مسئلہ کے ساتھ ہے ہاں اگر تھوڑے سے آدمی اجتماعی مسئلہ پر طاقت لگادیں تو سب کے مسائل اجتماعی اور انفرادی درست ہوجاویں گے — اگر کچھ لوگ بھی پوری قوم میں سے اس کا فکر رکھنے والے نہ ہوئے تو اجتماعی کے ساتھ ہر کسی کا شخصی مسئلہ بھی بگڑ جاوے گا، اور سوائے حسرت ویاس کے کچھ حاصل نہ ہوگا —"

مولانا کی اس مسئلہ میں رائے انتہائی سخت تھی، اور وہ کسی حال میں انفرادیت پر راضی نہ تھے اور ایسی انفرادیت جس سے اجتماعیت مجروح ہوتی ہو، سخت ترین الفاظ میں یاد کرتے تھے، وہ اپنی اس تقریر میں فرماتے ہیں:-

"اجتماعی مسئلہ کے بگڑنے کی صورت میں اگر قوم کے اولیاء اللہ اس کے سدھارنے کے لئے راتوں کو رو رو کر بھی دعائیں کرینگے، تو ان کی دعائیں بھی حالات کو بہتر نہیں بنا سکتیں، اگر خدائے تعالیٰ کے یہاں سے فیصلہ ہوجاوے کہ کسی ملک کے انسان بھوکے مریں تو اگر بھوک سے بچنے کے لئے ایک ایک شخص پوری طرح جان بھی کھپا رہا ہوگا تب بھی ایک ایک کے بھوک سے ہلاک ہوجاویں گے، اپنی ذات کے مسئلہ میں لگ جانا ہی تو اجتماعی کے بگاڑ کا ذریعہ ہے۔"

آگے مولانا فرماتے ہیں:-

"احادیث میں آیا ہے کہ لوگ قبروں پر گذرتے ہوئے حسرت کریں گے کہ کاش ہم بھی قبروں میں ہوتے، آدمی آدمی کو کاٹ کھا جاوے گا — یہ جب ہوگا کہ ہر کسی کا جذبہ جانوروں کی طرح صرف اپنی ہی ذات کے لئے ہو، ایسے انسان انسانوں کے بجائے درندے ہوتے ہیں، ساری پریشانی اسی وجہ سے ہے کہ وقت تو اجتماعی مسائل کے لئے قربانی دینے کا ہے، اور کوشش اس بات کی کررہے ہیں کہ اچھا جب دکان چلتی رہے چلاؤ، یا زمین میں لگا جاوے لگے رہو، محض اپنے لگنے سے مسائل درست نہیں ہوتے — بلکہ اللہ پاک ہی بگاڑتے ہیں، اور وہ ہی بناتے ہیں —"

اجتماعی طاقت کا مصرف

آج خدا ناشناس اجتماعی مسائل کیلئے خدا بیزار اجتماعی طاقتیں لگ رہی ہیں جن سے فساد وہلاکت اور بگاڑ بڑھتا جارہا ہے۔ آج دنیا بداخلاقی، بے ضمیری، خدا فراموشی اور ہلاکت وتباہی اور بے پناہ مصیبتوں کے دہانے پر کھڑی ہے، ہزار طاقتیں مادی ترقیوں میں صرف ہورہی ہیں لیکن یہ ترقیاں ہی زوال کا باعث بن رہی ہیں —

مولاناؒ اس انداز سے موجودہ اجتماعی مسائل اور اجتماعی وانفرادی طاقتوں کے خرچ کرنے پر تنقید کرتے وقت اس کا صحیح مصرف بتلاتے ہیں اور فرماتے ہیں:-

"جس چیز پر اللہ پاک طاقت لگوانا چاہتے ہیں اس میں لگنے سے تو مسائل ٹھیک ہوتے ہیں اور جن مخلوقات پر انسان از خود طاقت خرچ کرتا ہے اس سے مسائل بگڑتے ہیں، انفرادی بھی بگڑتے ہیں اور اجتماعی بھی طاقتیں جب مخلوق پر خرچ ہونے لگیں تو خدا کا غضب نازل ہوتا ہے اور یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ جو ایک دوسرے کے ہمدرد ہوتے ہیں وہ جان لیوا ہوجاتے ہیں —"

دوسری جگہ مولانا فرماتے ہیں:-

"جو کچھ بھی ہے زمین سے آسمان تک اور جو اس وقت موجود ہے اور جو آگے آنے والا ہے، ساری ہی چیزیں اللہ کی مخلوق ہیں اور سارے احوال بھی اسی کے مخلوق ہیں تو بس جب کچھ لینا ہو اس کے لینے کے لئے اللہ ہی پر طاقت صرف کی جائے، اگر خوف سے گھبراہٹ ہے تو بھی رابطہ اللہ ہی پاک سے کیا جاوے جس خوف کو اللہ پاک سے ہٹواؤ گے وہ ہمیشہ کے لئے ہٹ جاوے گا، اگر مخلوق پر طاقت صرف کرکے کوئی چیز حاصل کی تو جو وہ اس کا بھی اللہ ہی کے پیدا کرنے سے ہوگا تاہم مخلوق کے واسطے سے آنے کی صورت میں وہ فانی ہوگی جو شخص اللہ سے نہ لے بلکہ مخلوق سے لے تو بہت ہی پچھتانا پڑے گا"

اسی تقریر میں آگے چل کر فرمایا:-

"اس وقت کے بگاڑ کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہم سب جو اللہ پاک کے حکموں پر جان کھپانے والے ہوتے، وہ مخلوق پر جان کھپانے پر اللہ کی مددوں کا یقین ہوگا اسی قدر غیب سے دروازے کھلتے جائیں گے، اگر خدا کے دین کیلئے جان کھپانے والوں کی مقدار بڑھے اور اس پر یقین ہو چونکہ ہماری ذات سے واسطہ ہے، ہماری مرغوبات ہوں یا مکروہات اللہ ہی کی طرف سے ہیں، جب یہ بات ہے تو دلوں کو پوری طرح مخلوق میں اللہ پاک کا یقین پیدا کرنے کے لئے ٹھوکریں اور راتوں کو اسی کی جناب میں گریہ وزاری سے دعا مانگیں — تو انشاء اللہ ہر طرح اجتماعی اور انفرادی حال درست اور موافق ہوجائیں گے۔

تھائی لینڈ کے مسلمان

تحریر:- ابوالحسن علی

تھائی لینڈ بودھوں کی غالب اکثریت کا ملک ہے نامساعد حالات، دباؤ اور مجبوریوں کے باوجود دوسرے مذاہب بھی اپنا وجود برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ اسلام اس ملک کا دوسرا بڑا مذہب ہے۔ مجموعی آبادی تین کروڑ افراد میں سے ۲۵ لاکھ تھائی باشندے مسلمان ہیں۔ مسلمانوں کی بھاری اکثریت چار جنوبی صوبوں پٹانی، یالا، ناراتھیواس اور ساتول میں ہے۔ ملک کی تقریباً ۱۲ سو مساجد میں سے نصف مساجد اسی علاقہ میں ہیں۔ اس میں پٹانی کی مرکزی مسجد بھی شامل ہے۔ باقی ماندہ مساجد ملک کے ۳۲ صوبوں میں مختلف جگہوں پر پھیلی ہوئی ہیں۔ تاہم زیادہ تر مساجد چھوٹی چھوٹی اور بے سروسامانی کے عالم میں ہیں ان مساجد میں لائق و اہل اماموں کی کمی مسلمانوں کی سیاسی زبوں حالی کا باعث بنی ہوئی ہے۔

تھائی لینڈ ایک خوبصورت خطہ ہے جو وہاں کے زرخیز کھیتوں، سرسبز و شاداب وادیوں اور خوبصورت پگڈنڈیوں کے لیے مشہور ہے۔ اس کا رقبہ ۱۹۸،۴۵۶ مربع میل ہے۔ مجموعی رقبہ کا تقریباً ۷۰ فیصد حصہ جنگلات پر مشتمل ہے۔ زراعت ملکی معیشت کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ زرخیز زمین اور وافر مقدار پانی کے مل جانے سے کسانوں کو ملکی ضروریات سے زیادہ غلہ پیدا کرنے میں مدد ملتی ہے۔ چاول لوگوں کی مرغوب غذا اور زرِ مبادلہ کمانے کے ایک بڑے ذریعہ کی حیثیت رکھتا ہے دوسری برآمدات میں ربڑ اور ٹین شامل ہیں۔ "سیامی" (تھائی لینڈ کے باشندے)، ایک جنگجو قوم ہیں وہ چھٹی صدی عیسوی میں شمال کی طرف سے یہاں پہونچے تھے اور آہستہ آہستہ انھوں نے ملک کے بڑے حصے پر قبضہ کر لیا۔ ۱۸۲۴ء میں وہ برطانوی حکومت کے دائرہ اثر میں آ گئے۔ تاہم ۱۸۹۶ء میں انگریزوں اور فرانسیسیوں کے ایک سمجھوتہ کے تحت سیامی باشندوں کو آزادی دے دی گئی۔ تھائی لینڈ کے موجودہ، حکمراں شاہ بھومیبول اڈولیا ڈیج ایک آئینی شہنشاہ اور اپنی سلطنت میں تمام مذاہب کے سرپرست و محافظ ہیں۔ بودھوں کی ملک میں بھاری اکثریت ہے مگر جنوب کے چار صوبوں پر مسلمان چھائے ہوئے ہیں۔

مسلمانوں کی مشکلات

ملک کی معیشت چینی باشندوں کی گرفت میں ہے جو مجموعی آبادی کا چھٹا حصہ ہیں۔ بہت سے مسلمان باشندے تھائی لینڈ کے وسطی حصے میں کسانوں کی حیثیت سے کام کرتے ہیں لیکن زمین اور قرض کے لیے انھیں دوسروں پر انحصار کرنا پڑتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی بڑی تعداد غربت و افلاس کا شکار ہے۔ جنوب میں معدودے چند مسلمان ربڑ اور ناریل کی جاگیروں کے مالک ہیں۔ یہ جاگیریں ملائشیا کی سرحد کے ساتھ ہیں لیکن ان کی خوشحالی کا دارومدار بھی ان قیمتوں پر ہے جو چینی تاجر ان کے مال کی خریداری کے لیے مقرر کریں۔ مجموعی طور پر مسلمان افلاس زدہ ہیں اور ان میں سے بیشتر کا پیشہ ماہی گیری ہے۔ وہ اپنی زندگیوں کو اللہ تعالیٰ کی فراہم کردہ روزی سے برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ ان میں خوشحال لوگوں کی تعداد بہت ہی کم ہے۔ خوشحال مسلم تاجروں کو تو انگلیوں پر گنا جا سکتا ہے۔ اب ان کی حالت مزید پتلی ہو رہی ہے۔ چھ سال قبل جب حکومت نے تجارت کو اپنے کنٹرول میں لیا ہے مسلمانوں کی مشکلات اور بڑھ گئی ہیں۔

تعلیم اور سیاسی شعور کا فقدان

تھائی لینڈ میں مسلمانوں کی مشکلات کی بڑی وجہ تعلیم اور سیاسی شعور کا فقدان ہے۔ ان کی آبادی کے اصل اعداد و شمار کو سیاسی وجوہ اور مصلحتوں کی بنا پر کم کر کے دکھایا جاتا ہے۔ جیسا کہ تنزانیہ، ایتھوپیا، سائرالیون اور لبنان وغیرہ میں ہوتا ہے۔ اسلامی و عصری تعلیمات دونوں کے شعبے میں مسلمان انتہائی پسماندہ ہیں۔ یہاں کوئی ایک ایسا مکمل اسلامی ادارہ موجود نہیں جو آئندہ نسلوں کے ذہنی تحفظ کی ضمانت دے سکے۔ اس وجہ سے اسلام یہاں صرف نماز، روزہ اور حج کے فریضہ کی ادائیگی کا نام تک ہی سمجھا جاتا ہے۔ اور مکمل ضابطہ حیات کی حیثیت سے اس کا اطلاق نہیں کیا جاتا جو لوگ روحانی تعلیمات میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ انھیں یہ تعلیم ایسی کتابوں کے ذریعہ حاصل کرنا پڑتی ہے جو نہ تو تھائی لینڈ کی زبان کہی جا سکتی ہے اور نہ ہی عربی۔ یہ کتب پندرھویں یا سولھویں صدی کے علماء نے لکھی تھیں اور ان کی بنیاد بھی قرآن و حدیث پر استوار نہیں۔ چند ایک کتابچوں کو چھوڑ کر تھائی زبان میں اسلام پر کوئی لٹریچر بھی دستیاب نہیں حتی کہ اب تک قرآن شریف کا بھی ترجمہ تھائی زبان میں یا اشاعت نہیں ہوئی۔ اس کے نتیجہ میں حقیقی اسلامی تعلیمات و اقدار کے بارے میں جہالت بری طرح پھیلی ہوئی ہے اسلام کی تعلیمات کے فروغ کے لیے یہاں عوامی زبان میں ایک معیاری اسلامی جریدے کی شدید ضرورت ہے۔ اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے انتشار و افتراق کے مسائل سے نمٹا جا سکتا ہے۔ تھائی لینڈ کے مسلمان زیادہ تر ملائی نسل سے تعلق رکھتے ہیں اسی وجہ سے ملائشیا کی ایک اسلام پسند سیاسی جماعت تھائی لینڈ کے مسلم اکثریت کے ۴ صوبوں کو جو کہ ملائشیا کی سرحد سے ملتے ہیں۔ انھیں مذہبی، نسلی، لسانی اور جغرافیائی وجوہ کی بنا پر ملائشیا سے ملانا چاہتا ہے۔

توہمات اور انتشار

تھائی مسلمانوں میں انتشار اس حد تک پھیلا ہوا کہ وہ ولیمہ، جنازہ، میلاد النبی اور نئے اسلامی سال جیسی تقریبات پر بھی متحد و متفق نہیں ہوتے۔ ملک بھر میں ان کی دو جماعتیں ہیں۔ ایک قدیم ہے اور البائدہ و الخرافات پر مبنی ہے۔ جدید جماعت وہابی یا قوم جدید کی حیثیت سے جانی پہچانی ہے، اس کے پیروکاروں کی تعداد مختصر ہے۔ کتاب اللہ اور سنت رسول کی پیروی کرتی ہے۔ موخرالذکر نظام [illegible] سال پہلے انڈونیشیا کے عالم شیخ احمد وہاب نے رائج کیا تھا۔ وہ مصر کے سید رشید رضا سے تعاون کرتے

رہے تھے موخرالذکر جماعت روز بروز کمزور ہوتی جا رہی ہے۔

بنکاک میں مسلم انجمنوں کی تعداد ۲۵ تک پہونچتی ہے مگر ان میں سے کسی کی اپنے سائن بورڈ لگانے سے زیادہ کوئی سرگرمی نہیں اور ان کے قرآنی احکامات کے علم کا اس بات سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ حال ہی میں ایسی انجمنوں نے ایک ایسا مباحثہ کیا جس کا موضوع تھا کہ "آیا اسلام میں ایک مسلم عورت غیر مسلم سے شادی کر سکتی ہے؟" یہ بے جان انجمنیں خود اپنے مسائل و مقاصد کے لیے بھی متحد نہیں ہو پاتیں۔

مذہبی تعلیم سے غفلت

جو لوگ عام تعلیم کے خواہاں ہوتے ہیں انھیں سرکاری اسکولوں کا رخ کرنا پڑتا ہے جہاں اسلامی تعلیمات، نصاب میں قطعی شامل نہیں جب کہ بدھ مت کی تعلیم لازمی حیثیت رکھتی ہے۔ مسلمانوں کے اسکولوں کی تعداد قلیل ہے اور انھوں نے بھی اس سرکاری نظام تعلیم کو اپنا رکھا ہے جسے وزارت تعلیم تسلیم کرتی ہے مثال کے طور پر سرکاری اسکولوں میں بدھ مت کے لیے ایک پریڈ وقف ہوتا ہے کیونکہ ان اسکولوں میں دوسرے مذاہب کے بچوں کی اکثریت داخلہ لیتی ہے۔ ان حالات کے باعث مسلمان طلبا مجبور رہ جاتے ہیں کہ اسکول کے اوقاتِ کار ختم ہونے کے بعد ہفتہ میں ایک گھنٹہ اسلامی تعلیمات حاصل کریں۔ یہ وقفہ اسلامی تعلیم کے لیے نہ تو کافی ثابت ہوتا ہے اور نہ ہی موثر۔

تھائی مسلمانوں سے ناانصافیاں

تھائی لینڈ کے جنوبی صوبوں، پٹانی، یالا، ناراتھیواس اور ستول جہاں مسلمانوں کی بھاری اکثریت ہے میں انتہائی اضطراب اور بے چینی پائی جاتی ہے وہ محسوس کرتے ہیں کہ بنکاک کی بدھ حکومت نے ان کا جائز اور منصفانہ مقام نہیں دیا۔ جنوبی صوبے اس ملک کے زرمبادلہ کی آمدنی کا بڑا ذریعہ ہے لیکن پر ملک کا سب سے پس ماندہ اور فراموش شدہ خطے ہیں۔ ان کی خوشحالی کو غربت و افلاس میں بدل ڈالا گیا ہے۔ مسلمان اگرچہ ملک کی مجموعی آبادی کا ۱۲ فیصدی حصہ ہیں اس کے باوجود انھیں ذمہ دار سرکاری افسر عہدوں سے خارج رکھا گیا ہے انھیں تعلیمی و اقتصادی ترقی کی سہولتیں میسر نہیں جس کی واضح مثال یہ ہے کہ کسی مسلمان کو کبھی وزیر، سفیر، ڈائرکٹر یا کسی دوسرے اہم عہدے پر نامزد نہیں کیا گیا مشکل سے صرف ۲ فیصدی مسلمان سرکاری ملازمین میں آتے ہیں اور وہ نچلے درجے کے کام کاج کے لیے۔ ان حالات نے مسلمانوں میں آزادی کی بعض تحریکوں کو جنم دیا جنھیں حکومت نے ناکام بنا دیا۔ مسلمانوں کے سیاسی قائدین اور مظاہرین کو گرفتار کر لیا جاتا ہے تاکہ مسلمانوں کو ابھرنے نہ دیا جائے۔

کچھ عرصہ پہلے تھائی لینڈ کی حکومت نے تھائی مسلمانوں کے بارے میں ایک مقالہ بھی اپنے ذرائع سے جاری کیا (یہ مضمون پاکستان کے اخبارات میں بھی شائع ہوا) اس میں تھائی مسلمانوں کی پوزیشن کو بڑے خوبصورت پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے۔ حالانکہ اس ملک سے مسلمانوں کے اچھے دن بہت عرصہ پہلے رخصت ہو چکے ہیں اور اب ان کی اکثریت انتہائی قابل رحم حالات اور دباؤ کے تحت زندگی بسر کر رہے ہیں لیکن یہاں یہ امر یاد رکھنا چاہیے کہ یہ حالت محض برسر اقتدار گروہ کی وجہ سے پیدا نہیں ہوئی۔ تھائی لینڈ میں اسلام کا سب سے بڑا المیہ مخلص اور موثر قیادت کا فقدان ہے۔ اگر اس قسم کی قیادت وہاں موجود ہوتی تو مسلمانوں کے بہت سے مسائل حل کیے جا سکتے تھے کیونکہ تھائی لینڈ کے موجودہ بادشاہ اسلام سے عقیدت رکھتے ہیں

طریق کار اور عالم اسلامی کے فرائض

لیکن حالات جو کچھ بھی ہیں مسلمانوں کے نام نہاد رہنما صرف اپنے مقاصد کے حصول کے لیے کوشاں ہیں وہ ان عوام کے حقیقی نمائندے نہیں جو استحصال و جبر کا شکار ہیں۔ معدودے چند محب وطن بگڑی ہوئی صورتحال کے مبصر بنے پر تلخ ہیں۔ وہ دلی طور پر اصلاح کی ضرورت محسوس کرتے ہیں لیکن شاید ابھی وہ وقت نہیں آیا جب خود غرض رہنماؤں کے خلاف آواز اٹھائی جا سکے جب تک عوام جو غربت و افلاس کے بھنور میں سرگرداں ہیں اپنی مذہبی و سیاسی حیثیت منوانے کے لیے تیار نہیں ہوتے اور محض دال روٹی کے مطالبات سے آگے بڑھ کر نہیں سوچتے۔ اس وقت تک خود غرض رہنماؤں سے چھٹکارا مشکل ہے۔ غیر ممالک کے پرجوش مسلمان مبلغین تھائی مسلمانوں میں موثر اتحاد پیدا کرنے کے لیے بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ تھائی لینڈ میں اسلام کو ایسے پرجوش کارکنوں کی ضرورت ہے جو نہ صرف پوری دیانت سے اسلامی تعلیمات کا عملی مظاہرہ کریں تاکہ عوام خود اپنی بھلائی اور انسانیت کی بھلائی کے لیے اسلام کے نظریات کے مطابق زندگی بسر کرنا جان لیں۔

بقیہ "عرب ز نغمۂ شوقم ہنوز بے خبر است"

اگر علماء وارثان دین متین بھی یہی کریں تو امت مسلمہ خدا ہی خیر کرے۔ عجمی شاعر نے اسی نکتہ کی طرف بلیغ اشارہ کیا ہے، امت مسلمہ کا حال اب یہ ہو گیا ہے کہ عالم ہو یا جاہل ہر لمحہ نئے آقاؤں کی اطاعت میں آمنا و صدقنا کرنے کا عادی ہے ؎

می تراشد فکر ما ہر دم خداوندے دگر
رست از یک بند تا افتاد در بندے دگر

(پیام مشرق [illegible])

نمونہ کے طور پر امام الاکبر شیخ حسن مامون کا فتویٰ ہدیۂ قارئین ہے، مجلۃ الازہر مورخہ ۵ ستمبر ۱۹۶۵ء کے اداریہ میں امام اکبر کا یہ فتویٰ نمایاں طور پر شائع ہوا ——— فتویٰ کا عنوان ہے "رای الاسلام فی جرائم" (الاخوان) — راقم الحروف نے "رای الاسلام" کا ترجمہ بسہولت فہم کیلئے فتویٰ کیا ہے، کیونکہ فتویٰ کے اصطلاحی معنی اسلامی نقطہ نظر سے کسی مسئلہ کا فیصلہ صادر کرنا ہے یہ رائے انفرادی اور شخصی رائے سے بالاتر ہوتی ہے اس کی حیثیت بھی خالص شرعی، دینی اور فقہی موقف کی ہے، اصل عربی متن پیش کرنے سے قبل اردو میں اس کی تشریح ضروری ہے۔

امام الاکبر (سب سے بڑا امام) جامعہ ازہر کے حق میں دین و تقویٰ کی اجارہ داری کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جامعہ ازہر عرصہ دراز سے علوم دینیہ کی اشاعت کا مرکز رہا ہے، بحمد اللہ سارے مسلمان اس پر اعتماد کرتے ہیں، عقائد کے مسائل ہوں یا مسائل حیات اور حوادث زمانہ، ہر مسئلہ میں ازہر شریف کی طرف رجوع کرتے رہے کبھی کسی دور میں ازہر شریف کے اخلاص نیت پر مسلمانوں نے شبہ ظاہر نہیں کیا۔ بھلا ازہر شریف اس مرتبہ، پایہ اور تاریخی مرتبہ کو اسلام کی سچی پیروی کے بغیر پہونچ سکتا تھا؟ ہرگز نہیں! ازہر دعوت الٰہی کا مبلغ رہا ہے، وہ خدا کی طرف بصیرت و حکمت اور موعظت کے ساتھ بلانے کا قائل رہا ہے اسی پالیسی کی بنا پر ازہر کی زندگی سے وابستہ ہو کر رہ گئی ہے، یعنی اسلام اور ازہر دو جان ایک قالب ہیں۔

باقی
آئندہ

"سایہ ہی جب اپنا بدظن ہے"

از ــــــــــ رئیس الشاکری ندوی

وہ صبح نہیں، وہ شام نہیں بے کیف بہارِ گلشن ہے
یہ موسمِ گل، یہ صبحِ طرب، یہ سنبل و ریحاں کی دنیا
تدبیر سے عاری ذہن مگر، تقدیر کے شکوے کرتا ہے
کانٹوں ہی کی تنہا بات نہیں، آجائیں نہ زد میں پھول کہیں
اف پیار کے پھولوں کی باتیں اک خواب ہو جیسے پاگل کا
آہوں کا دھواں بھی اٹھتا ہے یادوں کے دیے بھی جلتے ہیں
دنیائے تمنا آنکھوں میں، مایوس ترانے ہونٹوں پر
ہر نقشِ جہانِ فانی کا، بے رنگ بھی ہے بے نور بھی ہے
ہمدرد بھی تھے، غمخوار بھی تھے، جب وقت پڑا تو کوئی نہیں
او! دیکھنے والے ظرف مرا، کچھ دیر تو ظالم ہوش میں آ
گو صبحِ تقدس چہرے پر، انوار بداماں ہے لیکن
ایسے میں ذرا انصاف کرو، جینے کی تمنا کون کرے؟
بے خوف و خطر ہے راہِ وفا، کچھ لوگ یہ کہتے ہیں لیکن

پھولوں کا تو کوئی ذکر نہیں، کانٹوں سے بھی خالی دامن ہے
اترے ہوئے چہرے پھولوں کے، مغموم فضائے گلشن ہے
دیوانے ذرا سا ہوش میں آ، پھر برق کی زد میں نشیمن ہے
ناموسِ چمن کی فکر کرو، مالی کی چمن سے ان بن ہے
ہر سمت ہیں نفرت کے کانٹے، اللہ! یہ کیسا گلشن ہے؟
کونین کے غم توبہ توبہ، ہر لمحہ جیسے اجیرن ہے
کٹنے کو تو کٹ ہی جائیگا، دو چار گھڑی کا جیون ہے
ہر گوشۂ دل کیا جانے کیوں، ارمانوں کا اک مدفن ہے
اوروں کی شکایت لاحاصل، سایہ ہی جب اپنا بدظن ہے
اک درد سا دل میں ہوتا ہے، اک آگ سی دل میں روشن ہے
آنکھوں میں ذرا سا جھانکو تو، اک نفرت جلوہ افگن ہے
ہر بول پہ جیسے پابندی، ہر سانس پہ جیسے قدغن ہے
راہی سے کہو ہشیار رہے، خود راہ نما اک رہزن ہے

مجبور رئیسؔ خستہ جگر جینے کو تو جیے جاتا ہے مگر
ہر صبح نیا اک افسانہ، ہر شام نئی اک الجھن ہے

"حوصلے اور عزائم"

(از عبد المنان عمر بھرا بچی ندوی)

دوستو آؤ کہ ظلمت کی رِدا چاک کریں۔
سوزِ الفت سے بہر سمت چراغاں کر دیں
چھیڑ کر سازِ تمنا پہ ترانے دل کے
ساری مخلوق کو اک بار غزلخواں کر دیں
دے کے دنیا کو خلوص اور وفا کا احساس
ظلم کی آہنی دیوار کو لرزاں کر دیں
"حوصلے اور عزائم" کا سہارا لیکر
مشکلیں امتِ مرحوم کی آساں کر دیں
کب سے بے نور ہے پیار اور محبت کا چمن؟
خونِ دل دے کے ذرا جشنِ بہاراں کر دیں
تابکے گردشِ ایام کا رونا، یارو!
آؤ گردش میں کہ اس درد کا درماں کر دیں
سارا عالم ہے گرفتارِ طلسمِ ظلمات
شمعِ ایمان و یقیں کیوں نہ فروزاں کر دیں
بخش کر سرخیِ خوں اور وفاؤں کی مہک
خارزاروں کو بھی فردوس بداماں کر دیں
موڑ دیں ظلم کے بڑھتے ہوئے سیلاب کا رخ
موجِ دریائے مصیبت کو پشیماں کر دیں
ذرہ ذرہ میں نظر آئے جمالِ انساں
حسنِ کردار کو اس درجہ نمایاں کر دیں
غم کے لب پر بھی مسرت کے کنول کھل جائیں
دوستو! ایسا کچھ اندازِ گلستاں کر دیں

گذشتہ سے پیوستہ

عرب ز نغمۂ شوقم ہنوز بے خبر است

سید حبیب الحق ندوی

تاکہ نہ رہے تہذیب نہ اس کے مہذب لوگ زندہ رہیں، وہی بداوت لوٹ آئے، وہی خیمہ ہوں اور وہی اونٹ۔ اخوان کا مقصود محض یہ ہے کہ امت مسلمہ امید اور دین کی دولت سے محروم ہو جائے۔

اداریہ مذکورہ کے صفحہ ۶۳ پر رشحاتِ قلم ملاحظہ ہوں۔ حسن زیات رقمطراز ہیں، کہ عرب کی مقدس سرزمین پر گمراہوں اور مفسدوں کی جماعتیں چھا گئی ہیں، یہ سرمایہ داروں، استعماری قوتوں اور صیہونیت کے حلیف و ناصرین، یہ اس وقت تک انسان نہیں بن سکتے جب تک عرش مستعار سے انہیں اتارا نہ جائے گا۔

اس کی ایک ہی صورت ہے، امتِ عربیہ کو یہ احساس ہو جائے کہ وہ مسلم ہیں، اور مسلم دینِ الٰہی کے سوا کسی میں ایمان نہیں رکھتا۔ عرب عرب ہیں عرب و ذلت دو متضاد اشیاء ہیں ــــ وہ عرب ہیں عرب ــــ زمین کے مالک لالہ زار زمین جس کے اوپر لہلہاتی شادابیاں ہیں اور جو اپنے دامن میں پٹرول اور دیگر معدنیات کا خزانہ چھپائے ہے عرب نجات کو برپا کرنے کی ضرورت ہے۔

اگر واقعتاً مسلمانوں کا ایمان اللہ میں ہے، ان میں دین کی بصیرت ہے اور وہ رسول کے سچے پیرو ہیں تو مصلح اور مفسد میں تمیز ان کا فریضہ ہے، ہادی اور گمراہ کن میں فرق کرنا ان کا فرض ہے۔ شیطانی راستوں (مراد اخوان المسلمین کا نظام ہے) سے ہٹ کر اللہ کے راستہ پر چلنا ان کا فرض ہے۔

ازہر شریف کو اللہ سلامت رکھے، ازہر اور مباحث اسلامیہ کے اجتماعات ہمارے لئے کافی ہیں، اسلامی نشاۃ ثانیہ اور عربوں کی صف آرائی کے لئے یہ دونوں کافی ہیں، اس مقصد کا حصول کلمہ توحید کے ذریعہ بھی ممکن ہے، یہ حزب اللہ (اب حزب اللہ سے مراد ناصر کی جماعت ہے) کی تائید کے ذریعہ ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ حزب اللہ کی روشنی میں مصدر قرآن ہے، سنت رسول اس کا دستور ہے اور جمعیت ملت اس کی قوت کا مرکز ہے، یہ مقصد حزب الشیطان (اخوان المسلمین) کی رسوائی کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا، کیونکہ اس کی شریعت بغاوت ہے، اس کی فطرت غرور ہے اور اس کی منزلِ مقصود استعماریت کی بحالی ہے یہ سارے مقاصد مدارس میں تعلیم مساجد میں وعظ اخبارات و رسائل میں اشاعات، نجی گفتگوؤں میں تبادلۂ خیالات اور اجتماعات میں مذاکرات و لکچر کے ذریعہ حاصل ہو سکتے ہیں، ہاں سب سے اہم بات یہ ہے کہ عام مسلمانوں کے مطالعہ کتب پر نظر رکھی جائے کہ وہ کن کن کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں، وہ ایسی کتابیں نہ پڑھیں جن میں عقائد کا فساد ہو۔ (اخوان المسلمین کی تصنیفات کی طرف اشارہ ہے) غرض تنقید و تطہیر دین کے بعد دین اسلام خود بخود اپنی اصل روح اور جوہر کے ساتھ عوام کے سامنے واضح ہو جائے گا۔

عجیب تضاد!

درحقیقت وقت و زمانہ بلکہ ہر لمحہ، مہینہ اور سال کسی قوم کی شعوری زندگی کا حساس تھرمامیٹر ہوتا ہے جس میں شعور، فکر و نظر کے عروج و زوال کا عکس بآسانی دیکھا جا سکتا ہے، یہی عکس قوم کی دماغی صحت فکری توانائی یا علالت و مرض کا ترجمان بھی ہوتا ہے، مصر کے ذہین طبقہ کی بے بسی ساری امت کو جس طرح لاشعوریت کی سطح پر لے آئی، جہاں حواس خمسہ کا تعطل اس درجہ بڑھ گیا کہ سفید سیاہ اور سیاہ سفید نظر آنے لگا۔ اس کا اندازہ بھی اسی تھرمامیٹر کے حساس پارہ کی مدد سے کیا جا سکتا ہے۔

کسی فکری جماعت سے ذہنی اور عملی وابستگی کے طویل عرصہ کے بعد بھی اس سے اختلاف کرنا یا اس کے طریق کار پر تنقید غیر فطری نہیں بلکہ صحت کی علامت ہے۔ طریق کار کے واضح فرق کے بعد جماعت سے علیحدگی بھی ممکن ہے لیکن طریق کار اور نصب العین یا جماعت کے فکری عقائد دو مختلف اشیاء ہیں انہیں امتیاز برقرار رکھنا ضروری ہے۔

یہ پہلے واضح کیا جا چکا ہے کہ راقم الحروف کو اس سے مطلق دلچسپی نہیں کہ جماعت اخوان المسلمین برحق تھی، یا باطل، ایک غیر جانبدار کی حیثیت سے مصری قوم کی ذہنی زندگی کا تجزیہ مقصود تحریر ہے۔ ۱۹۵۲ء میں جس جوش و خروش سے اخوان المسلمین کی تحریک کا استقبال کیا جا رہا ہے۔ ذہنی طبقہ اس تحریک پر جس قدر شاداں و فرحاں تھا اس کا اندازہ قارئین "الرسالۃ" کے اداریہ ۲۰ جنوری ۵۲ء اور ۳۱ مارچ ۵۲ء سے بخوبی کر چکے ہیں، اس جوش و خروش کا اظہار محض ان دو اداریوں تک محدود نہیں، باخبر طالب علم بخوبی واقف ہے کہ یہی پرچہ "الرسالہ" نہ صرف ادب و تنقید کا معیاری رسالہ تھا بلکہ فکر و نظر کا نقیب بھی تھا۔

اخوان المسلمین کے اغراض و مقاصد اس کے نصب العین کی اشاعت اور مفکرین و بانی جماعت کے افکار و آراء یا ان سے متعلق مضامین کی اشاعت کا ذریعہ تھا۔

اخوان المسلمین کے بانی حسن البنا کی شخصیت پر "الرجل القرآنی" کے زیر عنوان انور جندی کے قلم سے ۶ قسطوں میں جو مضامین شائع ہوئے ہیں وہ قابل مطالعہ ہیں۔ (قارئین کی دلچسپی کے لئے ان اقساط کی تاریخیں درج ذیل ہیں۔

قسط اول ۲۸ اپریل ۱۹۵۲ء
قسط دوم ۵ مئی ۱۹۵۲ء
قسط سوم ۱۲ مئی ۱۹۵۲ء
قسط چہارم ۱۹ مئی ۱۹۵۲ء
قسط پنجم ۲۶ مئی ۱۹۵۲ء
قسط ششم ۲ جون ۱۹۵۲ء

سید قطب بھی جو حالیہ آستانۂ اقتدار پر سر نہ جھکانے کے صلہ میں دار و رسن پر چڑھائے گئے،

حسن زیات کے پرچہ "الرسالہ" کے صفحات کی زینت ہوا کرتے تھے، سید قطب کا مقالہ "الرسالہ" مورخہ ۵ مئی ۱۹۵۲ء (عدد ۹۰۳) میں "ھذا ھو الطریق" کے عنوان ملاحظہ ہوں (ص ۳۸۹ تا ۳۹۰) پرچہ "الرسالہ" حسن زیات کی ذاتی ملکیت تھی اور یہی اس کے رئیس التحریر یا مدیر مسئول بھی تھے۔

۱۹۵۲ کی حزب اللہ جس کے اغراض و مقاصد خالص اسلام کا احیاء تھا ۱۹۶۶ میں حزب الشیطان بن گئے، جسکے اغراض و مقاصد فساد و انتشار کے علاوہ استعماری قوتوں کی بحالی تھی۔

فکری زندگی اور عقائد کے ارتقاء کا ڈائگرام

مندرجہ ذیل سطور میں قارئین کی سہولت کیلئے سابقہ طویل مباحث کو مختصر صورت میں پیش کیا جارہا ہے۔ گراف درحقیقت دریا کو کوزہ میں بند کرنیکے مترادف ہوتا ہے تاکہ ایک نظر میں سالہا سال کی ترقیات یا زوال و انحطاط سامنے آجائے، چونکہ ہماری گفتگو دو عشرات (۱۹۵۰ تا ۱۹۶۸) تک محدود ہے لہذا جدول میں دو عشرات کا ہی عکس ہوگا۔

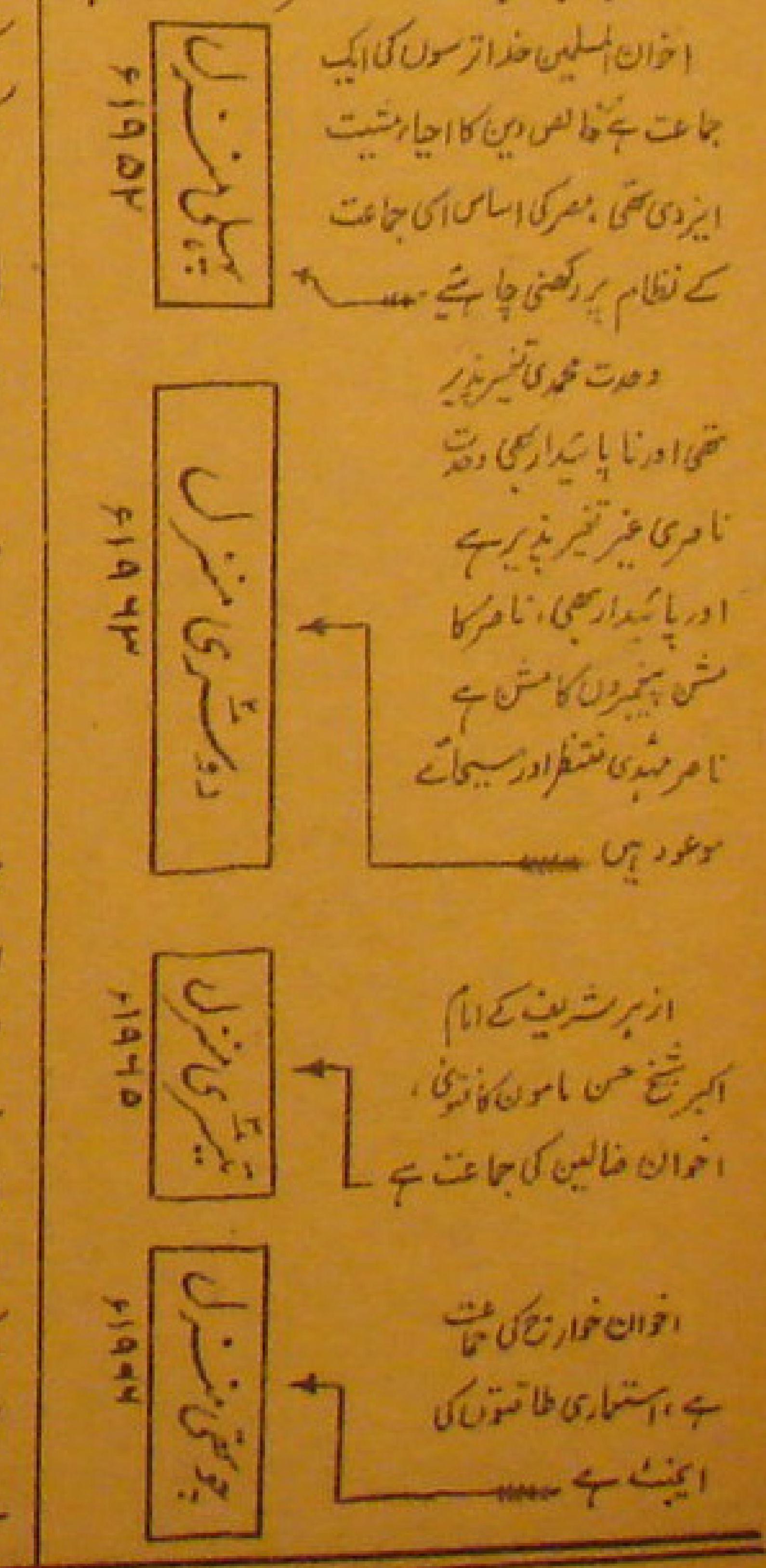

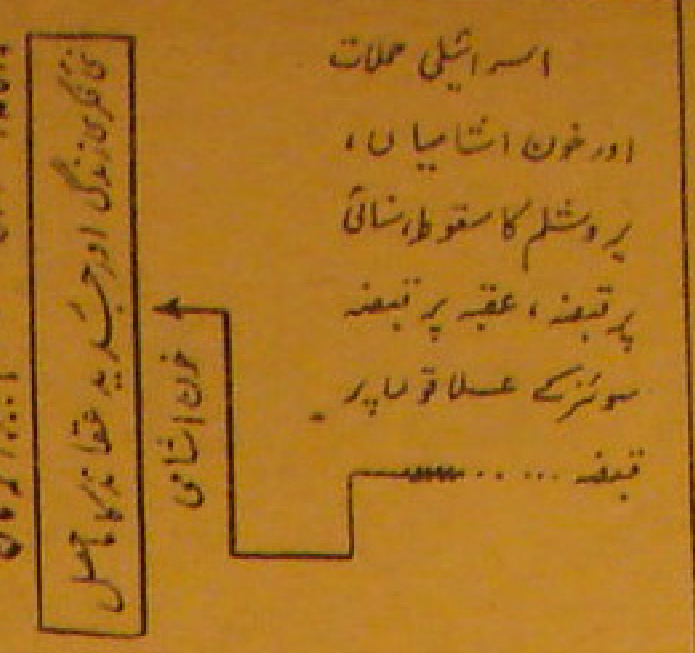

حسن زیات پر گفتگو کا سلسلہ ختم کرنے سے پہلے موصوف کا تازہ ترین تعارف بیجا نہ ہوگا۔ اب تک ہم سب حسن زیات کو من حیث ادیب انشاء پرداز مفکر اور مبلغ جانتے تھے، لیکن موصوف کی تازہ ترین ترقیات ہدیۂ تبریک کی مستحق اس لئے ضروری ہیں کہ ان کی خدمات جلیلہ کے صلہ میں یہ اعلیٰ منصب انہیں نصیب ہوسکا۔

حسن زیات ان دنوں کابینہ ناصری میں وزیر مواصلات کی کرسی پر جلوہ افروز ہیں۔ یہی اس ملت کی نفسیاتی تحلیل کا کلی نتیجہ ہے، حصول مناصب واقتدار وہ عوامل و محرکات ہیں جو ہر زمانہ میں نشاۃ اسلامیہ کی تحریک میں آبدار خنجر کی طرح پیوست رہے، غیروں کے ہاتھوں نہیں، اپنے ہاتھوں!

لیکن ان حوادث کا گلہ کس سے ہو، اور کس کا۔
کیونکہ اب حدیث عشق بہ اہل ہوس چہ مگوئی بچشم
کمش سرمۂ سلیمانی! (پیام مشرق ص ۱۵۹)

امام اکبر ازہر شریف؟!

زمین بر صوفی و ملا سلامے
کہ پیغام خدا گفتند ما را
ولے تاویل شاں در حیرت انداخت
خدا و جبرئیل و مصطفیٰ را
(ارمغان حجاز ص ۶۵)

علمی حلقوں کے لئے مصر کی سب سے بڑی دینی درسگاہ جامعہ ازہر کا تعارف تحصیل حاصل ہے۔ ارباب اقتدار نے جس طرح اس ادارہ کو سیاسی اغراض و مقاصد کے لئے استعمال کیا ہے اس کی مثال مشکل ہے، تمام علمی اداروں کا یہی حال ہوا جتنے مذہبی ادارے خاص طور پر اقتدار کا آلہ کار بنائے گئے۔ مصری زندگی میں فکری تبدیلیوں کا جدول اب آپ کے سامنے ہے، مذہبی تحریکات کے خلاف فتاویٰ کا اجراء عام شعار بن گیا، اس کا سہرا بھی مصر کی سب سے بڑی دینی درسگاہ جامعہ ازہر کے سر رہا۔

فطری تقاضہ تو یہی تھا کہ یہ بحث ۱۹۶۵ کے ضمن میں چھیڑی جاتی تاکہ وقت اور زمانہ کا تسلسل برقرار رہتا اور اس طرح تاریخی تسلسل میں فرق نہ آتا، لیکن مسئلہ کی علمی اہمیت اور نوعیت کے پیش نظر اس پر علیحدہ اور خصوصی بحث ناگزیر تھا۔

مصر یا کسی بھی اسلامی ملک کے مذہبی ادارے محض درس نظامیہ کے خطوط پر گامزن تھے اور ہیں جہاں قرآن و حدیث، تفسیر و تاریخ وغیرہ وغیرہ کی تعلیم کے بعد اسناد دی جاتی ہیں، ازہر کی حیثیت بھی یہی کچھ تھی۔ پچھلے چند سالوں میں مصر سے دینداری کا خاتمہ جس طرح کیا گیا اس کا اندازہ جدول سے باسانی کیا جاسکتا ہے، جامعہ ازہر کا سیاسی استعمال اس لئے بھی ضروری تھا کہ دینی درسگاہ کی حیثیت سے اب بھی عوام کی نظروں میں اس کی وقعت باقی تھی۔

علماء اور اکابر شیوخ اقتدار کے آستانہ پر اسی طرح بے بس ہوگئے جس طرح ادباء، شعراء اور انشاء پرداز بے بس ہوئے۔ جماعت اخوان المسلمین کے خلاف جس طرح ادباء، شعراء کو استعمال کیا گیا اسی طرح مذہبی علماء کو استعمال کیا گیا۔

جمال ناصری کی رعنائیوں کا ترانہ جسطرح ادبی حلقوں میں گایا گیا اسے ہم نظر انداز کر سکتے ہیں، لیکن نور قرآن کے امین علماء اسلام نے جس طرح یہ خدمت انجام دی ہے وہ حیرتناک ضرور ہے۔ غیر عرب (عجمی شاعر) نے صحیح کہا تھا کہ اس کے سینہ کی حرارت کا مصدر نور قرآن ہے

بگو از من نوا خوان عرب را
بہائے کم نہادم لعل لب را
ازاں نورے کہ از قرآن گرفتم
سحر کردم صد و سی سالہ شب را
(ارمغان حجاز ص ۱۱۳)

عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ صحافی اور سستے درجے کے شعراء یا ادباء کے تیور نہ صرف اقتدار کے تیور کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں بلکہ ارباب اقتدار کے سیاسی زوال کے بعد نئے آنے والے صاحبان اقتدار کے لئے ایک طرف مدح سرائیوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے دوسری طرف پیشرو حکمرانوں کی پگڑی اچھالنے کا جوش بھڑکتا ہے، اس کے خلاف اتہامات تراشے جاتے ہیں۔ (باقی ص ... پر)

گذشتہ سے پیوستہ

یروشلم

از۔ خاور شناس

عیسائیت کی اس عدم رواداری کیخلاف دنیٔ فرقوں کی بغاوتیں ہوئی اور خوفناک جنگیں ہوئیں، لاتعداد پادری اور عیسائی مارے گئے ——— جنگوں میں ایک طرف صلیب (CROSS) کا نشان ہوتا دوسری طرف پرچم پر جوپیٹر اور ہرکولیز (Hercule) کی تصویریں ہوتیں۔

مقتول عیسائیوں کی یاد میں بڑے بڑے چرچ بنائے گئے، الکزنڈریا کا عظیم الشان کتب خانہ نذر آتش کردیا گیا، اپولو اور جوپیٹر کے پوجنے والے بھی تہ تیغ ہوئے [۱]

اب رعایا کے سامنے دو ہی صورتیں تھیں، قبول عیسائیت یا موت [۲]

وثنیت کا خاتمہ جس دردناک صورت میں ہوا وہ تاریخ عیسائیت کے طالب علم سے پوشیدہ نہیں، جو مندر تا قانونا رومی خداؤں (Roman gods) کے لئے وقف تھے، گرجوں میں تبدیل کردیئے گئے، عیسائی چرچ آثار (Church ———) سے بھر دیئے گئے اور پادریوں نے اپنی اور ان آثار کی پوجا شروع کرادی [۳]

یورپ میں اشاعت دین کی تاریخ کا سرسری جائزہ لینے کے بعد یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتا ہے کہ یروشلم کی عیسائی روایات سرزمین مغرب میں کس طرح عیاں ہوئیں اور آج کے مسیحی یورپ کا قدیم یروشلم سے کیا تعلق رہا ہے، اس سرسری تبصرہ کے بعد ہم پھر گفتگو کا رخ یروشلم کی طرف موڑنا چاہتے ہیں عیسائیت نے بظاہر وثنیت پر فتح پائی لیکن خود وثنی عقائد کی مفتوح ہوگئی۔ گبن ۲۸ ویں باب میں ان واقعات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ عیسائی مذہب جس نے رومۃ الکبریٰ کو فتح کیا، خود رومی وثنیت کا شکار ہوگیا [۴]

فرق صرف یہ رہا کہ پہلے رومی خداؤں پر عقیدت کے ہار چڑھائے جاتے تھے، اب پادریوں کی ہڈیوں اور دیگر آثار پر عقیدت کے پھول چڑھائے جانے لگے۔ خود غرض پادریوں نے مذہب کی اصل روح کو مٹا کر خود ساختہ اضافات کے ذریعہ دین سلیم کو شرک نواز بنادیا، پادریوں کے خلاف مؤرخ اونیپس (———) کا تبصرہ گبن یوں نقل کرتا ہے [۵]

"یہ پادری حیوان کی ذلیل نسل جنہیں انسان کہنا بھی انسانیت کی توہین ہے، یہی مشرکانہ عبادات و رسوم کے اصل موجد ہیں ان عبادات نے اصنام پرستی کی صورت اختیار کرلی، ان گنہگار، رسوائے زمانہ اور معاصی کے مجسمہ پادریوں کے اجسام کی پوجا شروع ہوگئی، یہ پادری جو اپنے جرائم کی کثرت کی وجہ سے مستحق سزا موت تھے، اس سے بڑی ستم ظریفی اور کیا ہوگی کہ ان پادریوں کے زخم آلود جسم جو مستحق سزا تھے لائق پرستش قرار دیئے گئے، یہ بھی گیتی کی ستم ظریفی تھی کہ وہ ایسے خداؤں کو جنم دینے لگی جو شہداء تک کے نام سے موسوم ہوگئے، عبادات کے ناظم اعلیٰ اور خدا، اور بندے کے درمیان خود ساختہ وسیلہ بن بیٹھے، ان سیاہ کاروں کی قبریں محترم اور مقدس قرار دے دی گئیں...."

پادریوں کی پوجا نہ صرف یروشلم میں بلکہ ساری مملکت میں شروع ہوگئی، مسیحی مقتولین معبود قرار دیئے گئے، ان شہداء کی تعداد جمع کرکے عیسیٰ کے قربان گاہ کے نیچے جمع کی جانے لگیں، شہر کا پادری اور بڑا پوپ ان ہڈیوں پر بھینٹ چڑھانے لگا [۶]

سینٹ پیٹر اور پال کی پوجا شروع ہوگئی، تمام تو یہ کہ مختلف پادریوں مثلاً اینڈریو (———) لوقا (———) تیموتی (———) کی لاشیں غیر معروف پڑی رہیں۔

لیکن اب ان کی پوشیدہ ہڈیوں کو قبروں سے کھود کر نکالا گیا اور پیغمبروں کے مقبرہ میں دفن کرکے ان کی پرستش شروع ہوگئی [۷]

ان مزارات اور ہڈیوں پر نذرانے اور چڑھاوے چڑھائے جانے لگے، پادریوں کو یقین ہوگیا کہ مردوں کی ہڈیاں سونے (———) سے زیادہ قیمتی ہیں۔ پادری نئے نئے علاقوں میں خود ساختہ اور من گھڑت مزارات کے انکشافات کا اعلان کرنے لگے جو بعد میں مرجع خلائق بن گئے، پادریوں نے نامعلوم ہڈیوں اور جسموں کیلئے فرضی نام گھڑے، شہداء دین کی فہرست میں لاتعداد فرضی شہداء داخل کئے گئے، اس طرح خرافات کی گرم بازاری، عیاری و مکاری نے عیسائی مذہب کو عقل اور تاریخ کی روشنی سے دور ہٹا کر توہمات کے اندھیرے میں غیر واضح بنادیا [۸]

یروشلم کا مقدس شہر خوابوں کی حسین وادی بن گیا، ہر روز پادری اور عوام صدہا سال کے پرانے غیر معروف اور مقتول پادریوں کی خوابوں میں دیکھنے لگے، یہ پادری سفید لباس میں ملبوس ہاتھوں میں سونے کی چھڑیاں لئے خوابوں میں آکر پادریوں اور عوام کو اپنی لاشوں کی داستانیں سناتے رہے ان کی زبانی لاتعداد پادریوں کے نام و نشان کا انکشاف ہوتا رہا۔ خوابوں میں ان پادریوں کے ذریعہ معلوم ہوتا رہا کہ معزز اور محترم شہیدان دین عیسیٰ کو حکومت وقت کے خوف سے چھپکر غیر معروف علاقوں میں دفن کردیا گیا تھا۔ اب وقت آگیا ہے کہ ان فداکاران راہ عیسیٰ کو معزز اور محترم مقامات میں منتقل کیا جائے۔

صبح ہوتے ہی خواب کی داستانیں یروشلم کے اعلیٰ پادری کے سامنے بیان کی جانے لگیں، پادری زائرین کی فوج لیکر نشان زدہ علاقوں میں جاکر بوسیدہ ہڈیوں کو نکالتا اور ارواح پریشاں کے حسب مرضی ان ہڈیوں کو محترم مقامات پر دفن کرتا، قبروں کی کھدائی کے وقت معجزات کا ظہور ہوتا رہا، روایات کے

[۱] تفصیل کیلئے ملاحظہ ہوں صفحات ۱۳۲ (عیسائی اور وثنی تصادم اور شکست و ریخت کی ہولناک داستانیں عبرتناک ہیں) [۲] ایضاً ص ۱۳۳ [۳] ایضاً ص ۱۲۹ اسلام کے خلاف عیسائی الزامات کی طرف قاری کا ذہن اچانک متوجہ ہوتا ہے جو اسلام کی اشاعت بزور شمشیر کا جرم کرتے ہیں [۴] ایضاً جلد ۳ ص ۱۲۰ انگریزی اقتباس ضمیمہ میں ملاحظہ ہو [۵] ایضاً ص ۱۲۹ تا ۱۴۰ انگریزی اقتباس ضمیمہ نمبر ۵ میں ملاحظہ ہو۔

[۶] ایضاً ص ۱۳۱
[۷] ایضاً ص ۱۳۱ تا ۱۴۲ انگریزی اقتباس کے لئے ضمیمہ نمبر ۵ ملاحظہ ہو۔

مطابق جب پادری اسٹفن کی قبر کھود دی گئی تو تخت کی خوشبو ایسی پھیلی کہ سو مریض فوراً شفایاب ہوگئے۔ پادری کی ہڈیاں زیون کے بقرہ میں لاکر دفنائی گئی۔ سلطنت روما میں چرچ نے فتویٰ جاری کر دیا کہ شہدائے حق کی لاش اور ہڈی کا ہر ٹکڑہ آسمانی معجزہ ہے یہ سب محترم اور مقدس ہیں [1]

شہداء اور عیسائی پادریوں کی قبریں معجزات گاہیں بن گئیں جہاں عوام رازہائے سربستہ کا علم حاصل کرنے لگے، یہ عقیدہ عام ہوگیا کہ پادری اسٹفن اور مارٹن حضرت عیسیٰ کے ساتھ مل کر مشترکہ حکومت چلا رہے ہیں، نئی ہڈیوں کی نئی مزاریں مرجع خلائق اور زائرین کی عبادت گاہیں بن گئیں [2]

ان واقعات پر گبن اظہار تاسف کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ان پادریوں نے عیسیٰ کے سیدھے سادے مذہب کو خرافات کا مجموعہ بنا دیا اور وثنی ادوم کے عقائد نے نئی صورتیں اختیار کرلیں [3]

عیسائی مذہب میں چرچ کی آرائش، قمقموں کی جگمگاہٹ، ظاہری نمائش و آرائش پر سارا زور صرف کیا جانے لگا، مردوں کی غلاف پوش ہڈیاں پوجی جانے لگیں، خدا کے بجائے ہڈیوں کے سامنے سجدہ ریزی شروع ہوگئی [4]

اس طرح مقدس یروشلم شرک زار بن گیا [5]

مسیحی چرچ میں مغرب و مشرق کی تفریق

قدیم تصادم اور اتحاد نو کی سعی۔

یروشلم سے عیسائی روایات مشرق اور مغرب کے گوشہ گوشہ میں پہونچیں۔ روم الکبریٰ کی سلطنت کا سرکاری دین عیسیٰ کا مذہب قرار دیا۔ سیاسی مذہبی اقتدار رومی حکومت کی نمائندہ چرچ کاؤنسل کے ہاتھوں میں آگیا۔ عقائد میں سے نئے نئے اضافات ہوئے، چوتھی پانچویں اور چھٹی صدیوں میں کاؤنسل کے فیصلوں کے بعد فلسفہ تثلیث کو عقیدہ کا جزو دیا گیا [6]

جس کے مطابق خدا عیسیٰ اور روح القدس جزو لاینفک تھے، اگسٹائن کی معروف کتاب "شہر خدا" کے ذریعہ اس فلسفہ کی اشاعت عام ہوگئی۔

نت نئے عقائد کی وجہ سے اختلافات شروع ہوئے، مشرقی چرچ کی بنیاد پڑی جو روم کے کیتھولک چرچ سے عقائد میں مختلف ہوگیا، زبان، اور ثقافت کے اختلاف کی جدوجہد سے مشرقی چرچ مغربی یعنی رومی چرچ سے علیحدہ ہوگیا۔ نویں گیارہویں اور تیرہویں صدیوں میں دونوں چرچ آپس میں متصادم رہے، تیرہویں صدیوں میں مغربی چرچ کے حملوں سے مشرقی چرچ کا مرکز قسطنطنیہ (Byzantine church) تباہ و برباد ہوگیا ۱۵ویں صدی میں جب قسطنطنیہ ترکوں کی ماتحتی میں آیا تو یہ تصادم ختم ہوا۔

قسطنطنیہ کی بنیاد ۳۳۰ء میں رومی شاہ کانسٹین ٹائن نے رکھی، ابتدائی دور میں مشرقی چرچ کے ذریعہ تمام سلاوک اقوام میں مذہب عیسائیت پھیلائی گئی۔ ۱۴۵۳ء میں قسطنطنیہ ترکوں کی ماتحتی میں آگیا، اتاترک کے دور تک ترکی کا پایہ تخت بھی رہا۔

مغربی اور مشرقی چرچ جو صدیوں سے ایک دوسرے کے حریف اور دشمن تھے، بیسویں صدی میں قریب آرہے ہیں۔ مذہب عیسائیت کے اتحاد کیلئے دونوں چرچ کا اتحاد ناگزیر قرار دیا جاتا ہے، حال میں رومی چرچ کے سربراہ پوپ پال ششم نے (Pop. Paul VI) اسی تمنا کے ساتھ قسطنطنیہ کا دورہ کیا تاکہ اتحاد نو کی صورتیں جلد برآمد ہوں اور مذہب عیسائیت کی نشاۃ ممکن ہو [1] یروشلم فتح کرنے کے بعد یہودی اسی رومی چرچ سے خفیہ ساز باز کر رہے ہیں۔

عیسائی مذہب کے ارتقاء کی تاریخ کا سرسری جائزہ لینے کے بعد طالب علم اس نتیجے پر پہونچتا ہے کہ ارض فلسطین اور یروشلم عیسائی روایات میں چوتھی صدی عیسوی یعنی شاہ روم کانسٹین ٹائن کے بعد نمایاں ہوئے، کانسٹین ٹائن نے فتوحات کے ذریعہ فلسطین کے علاقوں میں توسیع کی، نصف جنوبی عرب قبضہ کرکے اسے بھی فلسطین کا حصہ قرار دیا، البتہ ۳۵۷ء میں جنوبی عربیہ کو ریاست فلسطین کا ایک علیحدہ صوبہ بنا دیا گیا، چوتھی صدی عیسوی میں انتظامیہ کی سہولت کے لئے فلسطین کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا، ساتویں صدی میں ایرانی مداخلت شروع ہوئی ۶۱۴ء میں خسرو نے یروشلم پر قبضہ کیا، تمام چرچ مسمار کرائے اور اصل صلیب ہیزمی جس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دی گئی، بطور تحفہ کامرانی ساتھ اڑا لے گئے...... ۶۲۸ء میں ہرقل (Heraclius) نے دوبارہ فلسطین پر قبضہ کیا۔ اور در اصل صلیب ہیزمی مشکل سے برآمد کرسکا [1]

اس واقعہ کے سو سال بعد فلسطین اور یروشلم زیر اسلام آیا۔

عیسائی مذہب پر تبصرہ کرتے ہوئے گبن رقمطراز ہے کہ شاہ کانسٹین ٹائن کے دور سے مارٹن لیوتھر کی تحریک اصلاحات یعنی تقریباً ۱۲ سو سالوں تک عیسائی مذہب شرک پرستی کا مذہب رہا، جس میں پادریوں اور آثار (Relies) کی پوجا ہوتی رہی جس سے عیسائی مذہب کی صورت بگڑ گئی [2]

عیسائی مذہب کا نیا دور مارٹن لیوتھر کے بعد شروع ہوا، ۱۶ویں صدی کے وسط سے ۱۸ویں صدی عیسائی مذہب کا نیا دور کہا جاتا ہے، سائنس کی ترقی اور ایجادات نے مذہب سے عقیدت ختم کر دی۔ ۱۷ویں صدی اور ۱۸ویں صدی کے انقلابی مفکرین میں مذہب کا عقیدہ کمزور ہوگیا ہے [3]

ممکن ہے کہ گبن کا نظریہ کسی حد تک صحیح ہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے خلاف انقلابی مفکر اور رواداری کا دم بھرنے والے دونوں شدید دشمن بن جاتے ہیں، تحریر ہو یا تقریر علمی اقدامات ہوں یا علمی تحریکات مغربی مفکرین اسلام دشمنی میں آگے آگے نظر آتے ہیں۔ "باقی"

---

[1] ایضاً ص۱۴۲ — ۱۴۳ — [2] ص۱۴۴

[3] ایضاً ص۱۴۵ انگریزی اقتباس ضمیمہ نمبر میں ملاحظہ ہو۔

[4] ایضاً ص۱۴۶ انگریزی اقتباس کیلئے ضمیمہ نمبر ۸ ملاحظہ ہو۔

[5] ایضاً۔

[6] ایضاً تاریخ عیسائیت (مرجع سابق) ص۲۹۳

[1] ملاحظہ ہو روزنامہ نیویارک ٹائمز مورخہ ۲۶ جولائی ۶۷ء ص۳ صفحہ ۳ پر پوپ کی مکمل تقریر ہے جو کالم ۱-۲ پر درج ہے۔

[1] مقالہ فلسطین (مرجع سابق) ص۱۹۶

[2] گبن (مرجع سابق) ص۱۳۱ انگریزی اقتباس ضمیمہ نمبر ۹ میں ملاحظہ ہو۔

[3] مقالہ عیسائیت (مرجع سابق) ص۲۹۵

الارکان الاربعہ

تالیف: مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

تعارف: مولانا شاہ معین الدین احمد صاحب ندوی (اڈیٹر معارف)

عبادات کا مقصد اللہ تعالیٰ کے حضور میں اپنی عبدیت و تذلل، عجز و درماندگی اور اس کی عظمت و کبریائی کا عملی اعتراف اور اس کے ذریعہ تعلق مع اللہ کا قیام ہے، اخلاقی و روحانی تزکیہ و تطہیر اس کے نتائج و ثمرات ہیں، اسلام میں اس کا ذریعہ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج ہیں، ان کے ظاہری ارکان کی حیثیت جسم کی ہے اس کی اصل روح وہ کیفیت ہے جو اخلاص فی العمل سے پیدا ہوتی ہے اور زندگی کا ہر نقطہ نظر اور ہر مقصود و مطلوب بدل دیتی ہے، ان عبادات کے فقہی مسائل فقہ کی تمام کتابوں میں موجود ہیں، لیکن ان کی دینی و روحانی حکمتوں اور ان کی مطلوبہ کیفیتوں پر بہت کم لکھا گیا ہے، امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں اور شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ میں ان کے اسرار و حکم بیان کئے ہیں لیکن وہ مختصر ہیں اور ان میں جدید ذہن کی تشفی کا پورا سامان نہیں ہے اردو میں سب سے مبسوط بحث سیرۃ النبی میں ہے لیکن اس میں بھی ان کے معنوی پہلو کی پوری تفصیل نہیں، اکابر صوفیہ کی کتابوں میں عبادات کی اصل روح اور ان کے مقصود و مطلوب کے متعلق بہت مفید باتیں ملتی ہیں، لیکن وہ مومنین کے لئے ہیں منکرین اور متشککین کیلئے کافی نہیں۔ اس لئے ضرورت تھی کہ اس موضوع پر ایک مستقل کتاب لکھی جائے، جس میں اسلام کے ارکان اربعہ کی حکمتوں کو تفصیل کے ساتھ اس انداز میں پیش کیا جائے جو قدیم و جدید دونوں ذہنوں کے لئے موثر اور قابل قبول ہو، یہ سعادت بھی اس ذات کے حصہ میں آئی جس کا قلم و زبان اسلام کی دینی روح کی صحیح تعبیر و ترجمانی اور مسلمانوں کی تجدید و اصلاح کے لئے وقف ہے۔

دینی حیثیت سے پوری دنیائے اسلام کا حال یکساں ہے، ان کے مقابلہ میں ہندوستان بہت غنیمت ہے۔ اس لئے مصنف کی مخاطب پوری دنیائے اسلام ہوئی ہے۔ اسی لئے انہوں نے اپنی اہم تصانیف میں اظہار خیال کا ذریعہ عربی زبان کو اپنایا ہے۔ چنانچہ یہ کتاب بھی عربی میں ہے، اس کے تعارف کا پورا حق مختصر تبصرہ میں ادا نہیں کیا جاسکتا، اس کی خوبیوں مباحث کے تنوع، جامعیت، ان کی تعبیر میں مصنف کی دقت نظر، دقیقہ سنجی و نکتہ رسی اور تحریر کی تاثیر و دلنشینی کا پورا اندازہ کتاب کے مطالعہ ہی سے ہوسکتا ہے۔ اس کتاب کا مغز اور لب لباب مختصر الفاظ میں یہ ہے کہ عبد و معبود کے تعلقات، اس کے قیام کے وسائل، نماز روزہ، اور حج کی حقیقت، ان کے مقصود و مطلوب، ان کی حکمتوں اور مصلحتوں تعلق مع اللہ کے قیام میں ان کی تاثیر اور اس کے اثرات و نتائج کے متعلق جو کچھ بھی کہا جاسکتا ہے وہ سب اس میں موجود ہے اور مصنف نے اسکو اس حکیمانہ اور وجدانی و ذوقی انداز میں پیش کیا ہے کہ دل و دماغ دونوں اس سے متاثر ہوتے ہیں اور جدید سے جدید ذہن بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ خصوصاً اس کی نازک احسانی کیفیتوں کو جس طرح دکھایا ہے وہ انہی کا حصہ ہے، ان کی تعبیریں ——— "انچہ از دل خیزد بر دل ریزد" کی مصداق ہیں، یہ کیفیت کتاب کی سطر سطر سے ٹپکتی ہے، جس سے ان عبادات کی روح دل میں اتر جاتی ہے، اور ان تمام مباحث میں مصنف کا قلم قرآن مجید اور احادیث کے دائرہ سے باہر نہیں نکلا ہے، جزئیات تک میں احادیث سے استشہاد کیا گیا ہے، جدید ذہن کے مصلحین سیاسی، اقتصادی اور معاشرتی فوائد کی روشنی میں ان عبادات کی تشریح کرتے ہیں، مصنف نے ان کی پوری تردید کی ہے، ان فوائد سے انکار نہیں لیکن وہ ضمنی ہیں، ان کا اصل مقصد تعلق مع اللہ کا قیام اور اس سے پیدا شدہ اثرات و نتائج ہیں، اس اعتبار سے یہ کتاب عقل و نقل، روایت و درایت اور ذوق و وجدان کی جامع ہے، اور اس کو ارکان اربعہ کے حکم و مصالح کی وضاحت و تشریح میں جدید حجۃ اللہ البالغہ کہہ سکتے ہیں۔

خدا کی عبادت و پرستش ترک یا تقلیل غذا کے ذریعہ روحانی ریاضت، غریبوں کی امداد و دستگیری اور خیرات و صدقات، دینی آثار اور مشاہد کی زیارت اور ان سے برکت اندوزی تمام مذاہب میں ہے، کوئی مذہب بھی اس سے خالی نہیں، یعنی نماز روزہ، اور حج زکوٰۃ کسی نہ کسی شکل میں تمام مذاہب میں پائے جاتے ہیں، لائق مصنف نے اسلامی ارکان اربعہ سے ان کا موازنہ کرکے یہ دکھایا ہے کہ دیگر مذاہب کی یہ عبادتیں ناقص اور بگڑی ہوئی ہیں ——— ان سب کا مقصود بھی تعلق مع اللہ نہیں، زیادہ تر رسمی ہیں، اس لئے ان سے وہ نتائج بھی حاصل نہیں ہوتے، ان کے مقابلہ میں اسلامی نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ زیادہ فطری، زیادہ مکمل اور تقرب الی اللہ اور اس کے اثرات و نتائج کے لئے زیادہ موثر و مفید ہیں۔

ان چاروں ارکان میں حج عاشقانہ عبادت ہے، اس لئے مصنف کے قلم میں بھی مستی آگئی ہے، اس کے آثار و مشاہد کی حکمتوں میں سے ایک دلنشین حکمت یہ بیان کی ہے کہ انسانی فطرت اپنے مطلوب اور مرکز عقیدت کا جلوہ محسوس پیکر میں بھی دیکھنا چاہتی ہے۔ ابتدا میں تو یہ حال تھا کہ ؎

خوگر پیکر محسوس تھی انساں کی نظر
مانتا پھر کوئی ان دیکھے خدا کو کیونکر

اسی سے بت پرستی کی بنیاد پڑی۔

ذوق حضور در جہاں رسم صنم گری نہاد
عشق فریب می دہد جان امیدوار را

اسلام نے ایک طرف توحید و تنزیہ کا یہ بلند تصور پیش کیا کہ "لیس کمثلہ شئی" دوسری طرف پیکر محسوس کی طلب و تشفی کا سامان آثار و مشاہد کی صورت میں کیا، جہاں مادی شکل میں خدا کا اصل گھر، قدم قدم پر اس کی جلوہ گاہیں اور اسلامی آثار و مشاہد مجسم شکل میں موجود ہیں جن سے پیکر محسوس کی طلب کی پوری تشفی محسوس ہوتی ہے۔

طلبہ کا صفحہ

تاج العروس اور عربی لغت

سلمان شمسی

عربی زبان میں پہلی صدی ہجری سے آج تک بیشمار لغات اور معاون لغات کی تسلسل تدوین ہوتی رہی ہے اس سلسلہ کی سب سے پہلا شخص جس نے نئے انداز پر تحقیق شروع کی، نصر بن عاصم متوفی ۸۹ھ ہے جو اللیثی کے نام سے مشہور ہے اس نے آج کے مروجہ طرز کے مطابق حروف التہجی کے مطابق ترتیب قائم کی، یعنی قدیم عربوں کے ہنجائی طرز تالیف سے ہٹ کر حروف کی اسمی تقارب وحماثلث کا خیال رکھتے ہوئے اپنی تصنیف پیش کی۔

اس کے بعد اعرابی ابو مالک نے "خلق الانسان" اور "الخیل والنوادر" تصنیف کیں، ابو مالک کے بعد عدر کعی ابو عمرو نے "کتاب المختصرات" لکھی، اور ابو عمرو بن علاء نے (۷۰-۱۵۴ھ) نے "نوادر" تصنیف کی، ان کے بعد الخلیل بن احمد الفراہیدی (۱۰۰-۱۷۰) جیسی غیر معمولی شخصیت کا دور شروع ہوتا ہے جس کے بارے میں اس کے معاصرین کی رائے ہے کہ "الخلیل بن احمد اپنے زمانہ کی وہ منفرد و منتخب جہاندیدہ شخصیت تھی جس کی ذہانت میں اس کی دوسری مثال نہیں ملتی ہے"

الخلیل نے "علم نحو" پر خاص طور سے کام کیا، معانی کی تحقیق و توضیح میں اس کو ایک مقام حاصل ہے، اس نے جدت و اختراع کے موضوع پر تالیف کی اس میں اس نے تمام شعری اوزان کو جمع کر کے ان کی اصل شکل کے اعتبار سے صحیح نظام متعین کیا ہے، کتاب کی ترتیب ایسے دور سے ہوئی ہے جو اس کے موہوب ملکہ کا ایک نتیجہ ہے کتاب سے اسکی غیر معمولی ذہانت کا پتہ چلتا ہے۔

"کتاب الموسیقی" کے نام سے بھی ایک کتاب لکھی جس میں نغموں کی اصناف اور اقسام لحن کو جمع کیا ہے، الخلیل پہلا شخص ہے جس نے سب سے پہلے مستقل عربی لغت ترتیب دی اس نے "کتاب العین" تالیف کی جو عربی زبان کی سب سے پہلی کمل لغت ہے، کتاب کے وجہ تسمیہ کے سلسلہ میں کئی دلچسپ روایات مشہور ہیں، اس نے اپنی لغت کی ترتیب خاص طرح کی رکھی ہے اور بے شمار شخصیات نے لغت و کلام کے فتوی پر قلم اٹھایا۔

"کتاب العین" میں توسیع کرنیوالوں کی جو فہرست ملتی ہے، ان میں مشہور نام یہ ہیں، مثلاً الخلیل کا شاگرد اللیث بن المظفر اور یونس نحوی الضبی (۹۴-۱۸۲) جس نے معانی القرآن واللغات تصنیف کی اس کے بعد کسائی (۱۱۹-۱۸۹) نے قرآن کے مصادر ومعانی اور حروف پر بحث کی، اس کے بعد کے اکثر اہل لغت نے اس کے اسلوب کی پیروی کی ہے مثلاً ابو علی القالی (۲۸۲-۳۵۶ھ) نے "البارع" میں الازہری (۲۸۵-۳۷۰) نے "تہذیب" میں صاحب ابن عباد (۳۲۶-۳۸۵ھ) نے اپنی تصنیف "محیط" میں اور ابن سیدہ (۳۹۸-۴۵۸ھ) نے "المحکم" اور "المحیط الاعظم" میں ان کے علاوہ الخلیل کی ترتیب حروف کو قطع نظر کرتے ہوئے موضوعات اور کلمات کے معنی کا سہارا لیا ہے مثلاً ابن سلام الہروی (۱۵۷ تا ۲۲۴) نے "المعجم الغریب" میں اور "الالفاظ" کے مصنف ابن السکیت (۱۸۶-۲۴۴) نے اسی طرح ابن سیدہ نے اپنی دوسری لغت "المخصص" میں اسی طرز کو اپنایا ہے۔

ان کے علاوہ کچھ لوگوں نے لغات کی ترتیب میں نصر بن عاصم کی اتباع کی کوشش کی ہے اور کلمہ کے حرف اول کا خاص طور پر لحاظ رکھا ہے، چنانچہ الشیبانی (۹۴-۲۰۶ھ) نے معجم الحروف میں زمخشری نے "اساس البلاغۃ" اور فیومی نے اپنی لغت "المصباح المنیر" میں اسی انداز پر کام کیا ہے۔

بعض اہل لغت نے ابن عاصم کی پیروی کرتے ہوئے حروف کی رعایت کے ساتھ ساتھ ابنیہ کا التزام کیا ہے، مثلاً ابن درید (۲۲۳-۳۲۱ھ) نے "الجمہرۃ" میں اور ابن فارس نے (۳۲۹-۳۹۵ھ) "مجمل" میں۔

ابن فارس کی دوسری لغات ابن عاصم کی ترتیب کے مطابق ہیں مگر اس میں کلمہ کے حروف آخر کی رعایت کی گئی ہے جو ہر حرف پر ایک باب اور پہلے حرف کی مستقل فصل پر مشتمل ہے۔

دوسری قسم پر فارابی (م ۳۵۰ھ) نے "دیوان الادب" جوہری (م ۳۹۳ھ) نے "الصحاح" الصاغانی (۵۵۷-۶۵۰ھ) نے اپنی تصنیف "العباب" ابن منظور (۶۳۰-۷۱۱) نے "لسان العرب" فیروز آبادی (۷۲۸-۸۱۷) نے "القاموس المحیط" میں اور محمد مرتضی الزبیدی (۱۱۴۵-۱۲۰۵ھ) نے اپنی لغت "تاج العروس من جواہر القاموس" میں کام کیا ہے۔

آخری تینوں لغات امہات کی حیثیت رکھتی ہے، اپنی شہرت اور امتیازی خصوصیات کی بنا پر ان کو بنیادی کتب قرار دیا گیا ہے۔

"لسان العرب" عربی کی ضخیم ترین لغت ہے اس میں صاحب کتاب نے کتاب میں "صحاح جوہری" کی ترتیب کو اپنایا ہے

کتاب میں علوم لغت کے بکھرے ہوئے سرمایہ کو جمع کیا گیا ہے اور اس پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے، کتاب پندرہ جلدوں میں ۸۰ ہزار مادوں پر مشتمل ہے۔

"القاموس المحیط" مصنف نے صاغانی اور محکم کے علاوہ دوسری عربی لغات کو بھی اختصار کے ساتھ جمع کر دیا ہے، صحاح جوہری کے اوہام پر تنقید بھی کی ہے، چار جلدوں میں ۱۶۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

"تاج العروس" دراصل یہی کتاب موضوع بحث ہے۔ تاج العروس فیروز آبادی کی کتاب القاموس المحیط کی شرح ہے لیکن شرح اپنی اصل سے زیادہ قابل ستائش ہے۔ زبیدی نے ۱۱۷۴ھ میں تالیف شروع کی تھی جس کی تکمیل ۱۱۸۸ھ میں ہوئی اس کی تحریر کے مطابق کتاب کی تکمیل ۱۴ سال ۲ ماہ میں ہوئی۔

تاج العروس کی پانچ جلدیں ہیں جو ۱۲۸۷ھ میں طبع ہوئیں اور ۱۳۰۷ھ میں ۱۰ اجزاء پر طباعت کی تکمیل ہوئی لیکن یہ دونوں طباعتیں اغلاط کی کثرت طباعت کے سقم کی وجہ سے بے ضبط رہیں۔

تاج العروس عربی زبان کی ضخیم ترین لغت سمجھی جاتی ہے گویا وہ لغت نحو، امثال، طبقات، حدیث حیوانیات، طب اور فلسفیات کے

(باقی صـ۱۶ پر)

کوائفِ دار العلوم

(از مولانا عبد السمیع صاحب ندوی)

دار العلوم میں آجکل ششماہی امتحانات ہو رہے ہیں جن کا سلسلہ ۲۸ صفر المظفر ۸۸ھ تک جاری رہے گا ــــ یکم ربیع الاول سے یکم ربیع الثانی ۸۸ھ مطابق ۲۹ جون ۱۹۶۸ء ــ (دوشنبہ) تک موسم گرما کی تعطیل رہے گی۔ دار العلوم ۲ ربیع الثانی ۸۸ھ کو کھلے گا، اور بانتظار تعلیم کا آغاز ہو جائے گا۔

۲۶ محرم الحرام ۸۸ھ مطابق ۲۵ اپریل ۱۹۶۸ء کو ندوۃ العلماء کی مجلس منتظمہ کا جلسہ ہوا تھا جس میں دیگر امور کے ساتھ سال گذشتہ کا آمد و خرچ اور سال رواں کا تخمینہ مصارف بھی پیش کیا گیا تھا ــــ سال رواں کے لئے چار لاکھ روپے کے صرف کا تخمینہ ہے، سال گذشتہ کی بہ نسبت امسال بجٹ میں اس اضافہ کا بنیادی سبب روز افزوں گرانی ہے جس نے اوسط درجہ کے لوگوں کی معاشی زندگی تہ و بالا کر دی ہے، جس سے افراد و اشخاص کے علاوہ ادارے اور طلبہ و اساتذہ بھی شدید طور پر متاثر ہیں اور مستقبل قریب میں جس کا کوئی حل نہیں، ایسے موقع پر ملک کے اہل خیر حضرات کی توجہ کی ضرورت ہے۔

مولانا محمد ہاشم صاحب:- گجرات کے سفر سے واپس آگئے ہیں، احباب کے تعاون کے ہم شکر گذار ہیں اللہ تعالے جزاء خیر دے اور توفیقات مزید سے نوازے۔

مولوی عبد الرشید صاحب:- چمپارن، دیوریا، کے سفر پر روانہ ہو چکے ہیں حلقہ کے احباب سے تعاون کی درخواست ہے۔

مولوی واجد علی صاحب:- بستی، گونڈہ کے شمالی حلقہ کا دورہ کر رہے ہیں، موصوف بعض مخصوص علاقوں میں غلہ کی وصولی کی بھی تحریک کر رہے ہیں، ہم احباب سے توجہ فرمائی کی درخواست کر رہے ہیں۔

بقیہ (سود و زیاں کی میزان میں)

ہمارے اسلام پر اعتماد، اپنی اسلامیت پر اطمینان، اور تاریخ اسلامی پر فخر کے مواقع سے تت روکئے ہمارے اس پرانے یقین کو دھچکا نہ لگائیے کہ آپ نے قوموں کو جہالت کی بوجھل زنجیروں سے چھڑایا تھا، اے اہل عرب اور اے مصری اور شامی لیڈران! ان مسلمانوں پر رحم کرو جو جاہلیت سے منہ موڑ کر اسلام و قرآن کو سب کچھ سمجھتے ہیں، آپ نے انہیں مومن قوم بنایا تھا، اور شجر و حجر کی پرستش سے بچایا تھا، اور ایشیا و افریقہ کی قومیں آج بھی منتظر ہیں، بھوکی پیاسی انسانیت زبان حال سے (افیضوا علینا من الماء او مما رزقکم اللہ) کی صدا لگا رہی ہے کہ محمدؐ کے خوان کرم سے ہمیں بھی کچھ دو۔ اہل عجم سے تو اس معاملہ میں آپ پیچھے نہ رہیں، آپ سے تو اس رسول کا قومی، وطنی، لسانی اور تہذیبی بلکہ خون کا رشتہ بھی ہے، آپ ہم ہندوستانیوں کو دیکھیں کہ محمدؐ کے نام نامی پر اس کے جذبات بے اختیار ہو جاتے ہیں اور روح جھوم اٹھتی ہے اور آتش شوق تیز تر ہو جاتی ہے۔

ترکوں کے لئے یہ نام ایک ایسا سحر انگیز کیف رکھتا ہے جو دوسرے کسی لیڈر کیلئے نہیں پایا جاتا محمدؐ کا نام لیکر ترکوں کو تم خرید سکتے ہو، انہیں غلام بنا سکتے ہو، اسلام کا نام لیکر تو دیکھو کہ کس طرح ہم ہندوستانی بھی سر آنکھوں کے بل، ہر دور دراز مقام سے آج بھی آنے کو تیار ہیں۔ خدا کی قسم دنیا کی کسی تاریخ نے اس سے بڑھکر قوت کا سرچشمہ نہیں دیکھا، کل تک یورپ اس قوت سے تھر تھر کانپتا تھا لیکن آج وہ خراٹے کی نیند سو رہا ہے

مجھے امید ہے کہ آپ اس تلخ گوئی کو معاف کریں گے اس لئے کہ یہ صرف اخلاص کا نتیجہ ہے ؎

چمن میں تلخ نوائی مری گوارا کر
کہ زہر بھی کبھی کرتا ہے کار تریاقی

حضرت رسول اللہ صلعم کے الفاظ میں میں کہوں گا ــ کہ "زندگی تمہاری زندگی اور موت تمہاری موت ہے" اگر یہ خدائی رابطہ نہ ہوتا تو ہماری تاریخ آپ کی تاریخ سے مختلف ہوتی، اسلام ہی کے رشتہ میں ہم دونوں بندھے ہیں ــــ وہی اسلام جہاں ہم دونوں عہد وفا نبھانا چاہتے ہیں، وہی اسلام جس کے لئے ہماری آرزو ہے کہ آپ از سر نو اس کی قیادت اور اس کے سہارے دنیا کی امامت کا کار عظیم سنبھالیں۔

حضرت مولانا سید ابو الحسن علی صاحب ندوی
ناظم ندوۃ العلماء کے
سیرتِ پاک
کے
موضوع پر مختلف مقالات اور
تقاریر کا مجموعہ

کاروانِ مدینہ

جسکے آخر میں
فارسی اور اردو شعراء کے نعتیہ کلام کا
انتخاب بھی شامل ہے۔
سائز ۲۰×۳۰/۱۶ ــ صفحات ۲۳۷
مجلد خوبصورت گرد پوش ــ قیمت ۳ روپے
ملنے کا
پتہ
مکتبہ دار العلوم
ندوۃ العلماء، پوسٹ بکس ۹۳ لکھنؤ

بقیہ : تاج العروس اور عربی لغات

ماہرین کی منتشر تصنیفات کا ایک مجموعہ ہے۔

کتاب میں ہر نادر لفظ کا صحیح مقام متعین کیا گیا ہے اور اس کی پوری طرح وضاحت کی گئی ہے۔

حال ہی میں کویت کی وزارت تعلیم کی طرف سے "تاج العروس" کی دوبارہ اشاعت کا پروگرام بنایا گیا ہے جو قدیم عربی سرمایہ کے اشاعتی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

پہلی جلد سید عبد الستار فراج کی نگرانی میں نکل چکی ہے، پہلی جلد میں حرف "ہمزہ" میں ۵۲۲ صفحات پر مشتمل ہے یعنی صرف وہی الفاظ جمع کئے گئے ہیں جو صرف حرف ہمزہ پر ختم ہوتے ہیں، طباعت کے حسن انتظام پر حکومت قابل مبارکباد ہے۔

پہلی جلد کے اعتبار سے اندازہ ہے کہ بیس (۲۰) جلدوں میں تکمیل ہو سکے گی۔

بلاشبہ تاج العروس ہمارا ایک قدیم علمی سرمایہ ہے وہ ایک ایسی جامع لغت ہے جس پر ہر لغت کی ضرورت ختم ہو جاتی ہے۔

(ایک عربی مضمون سے استفادہ کیساتھ)

امارت شرعیہ بہار واڑیسہ کے ہفت روزہ ترجمان

نقیب

کی ۳۸ سالہ دینی و علمی خدمات کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ

اب ہر شمارہ

۱۶ صفحات پر عمدہ کتابت وطباعت اور نئی ترتیب وتزئین کے ساتھ ممتاز اور تجربہ کار صحافی

شاہد رامنگری

کے ادارت میں شائع ہو رہا ہے

دینی خطوط پر مسلمانوں کی شیرازہ بندی اور ذہنی وفکری تربیت، قرآن مجید احادیث نبوی اور تعلیمات پر

گرانقدر مقالات قومی وملی اور بین الاقوامی حالات و مسائل پر تبصرے، صفحہ عالم اسلام، انگریزی اور ہندی

اخبارات کے معیاری مقالات اور اداریوں کا ترجمہ اور دوسری چیزیں۔

ہفتہ وار نقیب پھلواری شریف پٹنہ

بے خوفی بیباکی حق پسندی اور حق گوئی ہمیشہ سے اسکی روایت رہی ہے۔ خریدار بنکر اس ملی اخبار کی آواز گھر گھر پہونچانے میں تعاون فرمائیں۔ سالانہ چندہ ۱۲ روپے فی پرچہ ۲۵ پیسے

ہر شہر میں ایماندار اور محنتی ایجنٹوں کی ضرورت ہے

خط وکتابت اور ترسیل زر کا پتہ: ہفت روزہ نقیب پھلواری شریف پٹنہ

"تعمیر حیات" میں اشتہار دیکر اپنی تجارت کو فروغ دیجئے

محققین اور مصنفین کو خوشخبری

علمی حلقوں میں یہ خبر مسرت کے ساتھ سنی جائیگی کہ انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز پنچ کوئیاں روڈ نئی دہلی نے جو اپنی علمی خدمات کی وجہ سے کافی شہرت حاصل کر چکا ہے، اسلامی علوم وفنون کی ترویج میں ایک نیا اور مبارک قدم اٹھایا ہے، آجکل جو لوگ علوم اسلامیہ میں تحقیق کر رہے ہیں انہیں اشاعت اور طباعت کے سلسلہ میں بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، بعض اوقات انہیں ناکامی ہوتی ہے جس سے گرانقدر تحقیقاتی سرمایہ جو محقق کی برسوں کی کاوشوں کا نتیجہ ہوتا ہے برباد ہو جاتا ہے، محقق کی ان مشکلات کے پیش نظر انسٹی ٹیوٹ نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ اسلامی علوم وفنون پر ترجیحاً انگریزی میں ایسی کتابیں شائع کرے گا جو تحقیق کے موجودہ معیار پر پوری اترتی ہوں اور پہلے کسی شکل میں شائع نہ ہوتی ہوں اسلامی مفکرین کی ایسی ایڈٹ کردہ نایاب کتابیں جو اب شائع نہ ہوتی ہوں۔ اسلامی علوم وفنون پر تحقیق کرنے والے اپنے کاموں کی تفصیل انسٹی ٹیوٹ کو بھیجیں جسے مطبوعات میں پیش کیا جائے گا اور اسکے فیصلے اور دیگر تفصیلات سے ان کو مطلع کیا جائے گا۔

آنرری سکریٹری انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز

پنچکوئیاں روڈ نئی دلی!

پھرتیلا جسم

خون کی خرابیوں کی وجہ سے جسم کی صحیح پرورش نہیں ہو سکتی اور جلد پر بدنما داغ دھبے پڑ جاتے ہیں

خون صفا

جگر اور معدہ کی اصلاح کرکے نیا خون پیدا کرتا ہے، جلد کو داغ دھبوں سے محفوظ رکھتا ہے

دواخانہ طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

سول ایجنسیاں

(۱) اودھ جنرل اسٹورس امین آباد لکھنؤ

(۲) ایم ایس ظہیر اینڈ سنس سلطان منزل چمن گنج کانپور